زیادہ بحث ومباحثہ زیادہ علم کی دلیل نہیں

"متاخرین میں سے بہت سارے لوگ فتنے کا شکار اس طرح ہوئے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ جو شخص دینی مسائل میں خوب بحث مباحثہ کرلے اور کلام وجدال میں آگے آگے رہے وہ شخص ایسے شخص کی بنسبت زیادہ علم والا ہے جو بحث وجدال سے گریز کرتا ہے، حالانکہ ایسا گمان کرنا سوائے جہالت کے اور کچھ نہیں، ذرا صحابہ میں جو اکابر اور علماء تھے ان کے حالات کو دیکھیں جیسے ابو بکر، عمر، علی، معاذ، ابن مسعود، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم، دینی مسائل میں ان تمام صحابہ کا کلام عبد اللہ ابن عباس سے کم ہے حالانکہ ان کا علم ابن عباس سے زیادہ تھا، اسی طرح تابعین کے یہاں دین کے معاملہ میں کلام صحابہ سے زیادہ ہے حالانکہ صحابہ تابعین سے زیادہ علم والے تھے، اسی طرح تبع تابعین کے یہاں کلام تابعین سے زیادہ ہے حالانکہ تابعین ان سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

لہذا علم نہ تو کثرت روایت کا نام ہے نہ خوب بحث ومناظرے کا، علم تو ایک نور ہے جو بندے کے دل میں ودیعت کردیا جاتا ہے جس سے بندے کو حق کی معرفت اور باطل کی تمیز کا ملکہ حاصل ہوجاتا ہے اور بندہ اس کو جامع، مختصر اور بامقصد انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت پالیتا ہے"

(بیان فضل علم السلف علیٰ علم الخلف از امام ابن رجب حنبلی، صفحہ ۵)

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ ایل۔ بی۔ ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

محاسبہ

محمد ایوب اثری

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ○ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ)

(الحشر:۱۸-۱۹)

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے اعمال کا کیا ذخیرہ بھیجا ہے۔ اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کے احکام کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا، اور ایسے ہی لوگ نافرمان فاسق ہوتے ہیں۔

تشریح : اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اور تقویٰ ایک ایسا جامع لفظ ہے جو ان تمام افعال پر مشتمل ہے جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان تمام امور کے ترک کر دینے پر مشتمل ہے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

قارئین کرام : درس قرآن کے حوالے سے یہ چند تحریریں حوالۂ قرطاس کی جارہی ہیں اور جس وقت ''الجماعۃ'' کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں تک پہونچے گا شاید ماہ مبارک اپنی رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور مغفرتوں کے ساتھ اختتام کو پہونچ چکا ہوگا یا اس کے آخری ایام ہوں گے۔ آیئے ہم سب پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنا اپنا محاسبہ کریں کہ رمضان سے قبل والی زندگی اور اس ماہ مبارک والی زندگی میں کیا تبدیلیاں ہوئیں یقینا جب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں تو رمضان سے قبل والی زندگی کے مقابلے میں رمضان والی زندگی کے اندر کافی تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر نماز ہی کا معاملہ لے لیں رمضان سے قبل صرف جمعہ کی نماز کی پابندی ہو پاتی تھی بقیہ اور نمازوں کا حال انتہائی ابتر تھا طبیعت چاہی تو پڑھ لئے ورنہ کوئی بات نہیں لیکن رمضان میں الحمدللہ بڑی پابندی کے ساتھ پانچوں نمازیں وقت پر جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے ساتھ ہی ساتھ نماز سے قبل وبعد کی سنتیں بھی پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے رات میں قیام اللیل (یعنی تراویح) کی نماز بھی پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے یہی حال قرآن کریم کی تلاوت کا تھا پورے سال توفیق نہیں ہوئی کہ لاؤ قرآن کی تلاوت کرلیں لیکن رمضان میں بفضل اللہ کئی ایک مرتبہ قرآن کا دور ہوا ایسے ہی کچھ معاملہ صدقہ وخیرات کا ہے کہ سال بھر کہیں کچھ خرچ نہیں کئے بمشکل جمعہ کی نماز میں چندہ کے لئے رومال گھومتا ہوا سامنے آ گیا تو اس میں دس پانچ روپیہ

ڈال دئے ورنہ وہ بھی نہیں لیکن رمضان میں تو معمول بنا لئے کہ روزآنہ چلتے پھرتے غرباء ومساکین کو بند مٹھی کچھ نہ کچھ دیتے رہے اگر واقعی میں معاملہ ایسا ہی ہے تو ''**فللہ الحمد حمدا کثیرا**'' اب دیکھنا یہ ہے کہ ہماری یہ کیفیت اور یہ تبدیلی آیا حقائق پر مبنی ہیں یا لوگوں کی دیکھا دیکھی سے ہوئی ہے اگر یہ تبدیلی حقائق پر مبنی ہیں یعنی وقتی اور موسمی نہیں ہے بلکہ ہمارے ایمان نے ہمیں اندر سے جھنجھوڑا ہے کہ تو کیسا مسلمان ہے کہ تیری زندگی میں نمازوں کی پابندی نہیں اللہ کی کتاب قرآن مجید جو ہدایت کا سرچشمہ ہے بیماریوں کیلئے بہترین علاج ہے تجھے اس سے کوئی لگاؤ نہیں، لوگوں کے حقوق کی پاسداری کا تیرے نزدیک کوئی پاس ولحاظ نہیں۔ حقیقتاً اگر یہ تبدیلیاں اس بنیاد پر ہوئی ہیں تو ان شاء اللہ مستقبل کے تعلق سے بھی یہ امیدیں کی جاسکتی ہیں کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا (یعنی اقامت صلوٰۃ وتلاوت قرآن کریم و دیگر افعال خیر کا) اور ایک مسلمان اپنے آپ کا محاسبہ اس طرح کرے کہ وہ اس کی زندگی میں دن رات عمل کرتا رہے تا کہ یہ عمل دار آخرت میں اس کیلئے مفید بن جائے اور اس کی عزت افزائی کا باعث بنے اور اسے اللہ عزوجل کی رضا وخوشنودی حاصل ہوسکے دنیا دار العمل ہے اور اللہ کے مقرر کردہ فرائض اصل سرمایہ ہیں جن کی حفاظت کرنی ہے، نوافل اصل سرمایہ سے زائد منافع ہے جس کے لئے پوری توجہ دینی ہے اور گناہ ومعاصی یہ سرمائے خسارہ ہے جن سے بچنا و پرہیز کرنا ہے۔ ہر دن انسان اپنے عمل کا محاسبہ اس طرح کرے کہ اگر فرائض میں کمی آرہی ہے تو خود کو ملامت کرے زجر وتوبیخ کرے اور خود اس کی تلافی کی کوشش شروع کردے اگر اس کی قضا ہوسکتی ہے تو کرے اگر قضا ممکن نہیں تو نوافل سے اس کمی کی تلافی کرے اس طرح اگر نوافل میں کمی محسوس کرتا ہے تو اس کمی کو پورا کرے اور اگر گناہوں کے ارتکاب سے خسارہ ہورہا ہے اور یقینا ہوگا تو استغفار، ندامت، انابت اور عمل خیر کے ذریعہ خرابی کی اصلاح کرے محاسبہ کا یہی مطلب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے ''**حاسبوا قبل ان تحاسبوا**'' اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے تم خود اپنا محاسبہ کرلو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اپنے پاؤں پر درہ مارتے اور فرماتے تو نے آج کیا کام کیا ہے۔ باغ میں انہماک کی وجہ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نماز سے غافل ہوگئے نماز سے فارغ ہوتے ہی سارا باغ خیرات کردیا یہ محاسبہ انہوں نے خود کو سزا دینے اور تادیب کے طور پر کیا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ چراغ کے پاس آتے اور اپنی انگلی آگ کے لو پر رکھ دیتے تا کہ اسے آگ کی تپش کا احساس ہو اور پھر اپنے آپ کو کہتے اے احنف فلاں دن تو نے یہ کام کیوں کیا تھا؟ کس چیز نے اس کام پر آمادہ کیا تھا؟

یہ امت کے صالحین اپنی کمزوریوں کا اس طرح جائزہ لیتے تھے اور پھر تقویٰ کا التزام کرتے اور نفس کی خواہشات سے اجتناب کرتے تھے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اسی طرح محاسبہ والی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

رویت ہلال اور مسلمان

محمد مقیم فیضی

رویت ہلال کا مسئلہ ان کانٹے دار مسائل میں سے ہے جن میں علماء اسلام نے طویل بحثیں کی ہیں مگر اس کے باوجود اکثر اہل علم کے لئے اس موضوع پر کسی حتمی نتیجے تک پہنچ جانا کوئی آسان بات نہیں ہے، اور اس میں اختلاف مختلف جزئیوں سے متعلق واقع ہوا ہے جن میں سے کچھ اہم عناوین حسب ذیل ہیں :

۱- رویت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار۔

۲- رویت ہلال میں فلکیاتی حسابات کی شرعی حیثیت۔

۳- متحد ومختلف مطالع کی تعیین کا ضابطہ اور معیار۔

۴- چاند دیکھنے والوں کی خبر شہادت کی قبیل سے ہے یا اس کا شمار روایت حدیث کی طرح کی خبروں سے ہے؟

۵- رویت ہلال کی شہادت کا نصاب۔

۶- حاکم کے فیصلے سے اختلاف رفع ہوجاتا ہے؟

۷- اپنے شہر، گاؤں یا علاقے سے باہر سے آنے والی خبروں کی قبولیت کا ضابطہ۔

۸- ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے اعلان کا ضابطہ اور اس کی قبولیت کی شرعی حیثیت۔

۹- اگر کوئی فرد یا چند افراد چاند دیکھیں اور شہادت متعلقہ محکموں یا اداروں یا مجاز شخصیتوں کی طرف سے رد کردی جائے تو ان افراد سے متعلق شرعی احکام۔

۱۰- جہاں حاکم یا قاضی موجود نہ ہو وہاں رویت ہلال کمیٹیاں یا اسلامی مراکز، ادارے یا تنظیمیں اس سلسلے میں ان کی قائم مقام ہوسکتی ہیں بشرطیکہ انہیں علماء کا اعتماد حاصل ہوجائے۔

۱۱- اگر ملکی پیمانے پر کوئی مرکزی نظام ہوتو فبہا ورنہ ریاستی یا ضلعی سطح پر بھی یہ نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت متعلقہ عناوین پر تفصیلی گفتگو کرنا پیش نظر نہیں صرف چند اہم پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

● ہر علاقے کے علماء کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقے میں عوام کو اختلاف اور شر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں:

کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں توسع کی کافی گنجائش ہوتی ہے مگر بعض لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے انہیں مسائل کو شر وفساد اور خون خرابے کا ذریعہ بنادیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اختلاف مطالع کے عدم اعتبار اور صوم وافطار میں وحدت کے قائل بڑے بڑے ائمہ واساطین علم وفضل رہے ہیں اور انھوں نے علمی اعتبار سے اس مسئلے پر وقیع، پروقار اور طویل بحثیں کی ہیں مگر انھوں نے اس مسئلے کی وجہ سے امت کو جوتیوں میں دال بانٹنے اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالینے کا مشورہ کبھی نہیں دیا، جبکہ اس رائے کے قائل چھٹ بھیوں نے اس مسئلے کو لیکر مختلف علاقوں میں بڑا فساد مچایا اور نوبت مار پیٹ اور رپٹ لکھوانے تک جاپہنچی۔ موجودہ دور میں امام عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ، مفتی اعظم سعودی عرب علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ اور سعودی عرب کے کچھ علماء اور رابطہ عالم اسلامی کی المجمع الفقهي کے متعدد ارکین اسی رائے

کے قائل رہے ہیں مگر ان سبھوں نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ عملی طور پر امت میں عالمی پیمانے پر صوم وافطار میں وحدت کبھی نہیں ہوئی ہے اور امت کی موجودہ صورت حال میں اس کا امکان بھی نہیں ہے اس لئے ہر علاقے کے علماء وحکام اپنے طور پر اس مسئلے میں جو فیصلہ کرلیں عوام اس سے اختلاف نہ کریں اور اپنے اپنے شہروں اور ملکوں میں متحدہ طور پر صوم و افطار کا اہتمام کریں اور اس رائے کی ترجیح کے باوجود محض چند لوگ یا چھوٹی موٹی ٹولیاں اپنے طور پر صوم وافطار کا الگ نظام نہ بنائیں۔

ان کے اس حقیقت پسندانہ موقف میں ایک بڑا پیغام یہ ہے کہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کے لئے امت کو خرخشے میں ڈال دیا جائے۔ علامہ البانی نے تو صاف صاف یہ کہا ہے کہ ہم جس رائے کے قائل ہیں دلائل کے اعتبار سے ترجیح اسی کو حاصل ہے مگر مشہور فقہی اصول مفسدۂ کبری کو مفسدہ صغری سے ٹال دینے کی روشنی میں ہم یہی کہتے رہے ہیں کہ صوم وافطار میں اجتماعی نظام ہی کی پابندی کی جائے ورنہ گھر گھر جھگڑا کھڑا ہوجائے گا جیسا کہ متعدد ملکوں میں یہ صورت حال پیدا ہوچکی ہے۔

علامہ محمد صالح العثیمین ان لوگوں میں سے ہیں جو رویت ہلال کے مسئلے میں اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہیں اور اس رائے کی سرگرم ترجمانی کرتے ہیں مگر وہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

''ہلال کے مطالع رمضان یا غیر رمضان ہمیشہ ایک سرزمین سے دوسری سرزمین میں مختلف ہوا کرتے ہیں، اور تمام میں حکم ایک ہی ہے مگر میری رائے یہی ہے کہ لوگ کسی ایک چیز پر متفق ہوجائیں ، اور غیر مسلم ممالک میں مسلم جماعت کے امیر کی پیروی کریں کیونکہ اس مسئلے میں ان شاء اللہ کافی گنجائش ہے، اس لئے کہ بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جب بھی ہلال کی رویت کسی بھی اسلامی ملک کے کسی بھی خطے میں ثابت ہوجائے اس کا حکم تمام اسلامی ممالک کے جملہ مسلمانوں کیلئے لازم ہوجائے گا۔ (مجموع فتاوی ورسائل فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین ۱۹/ ۴۳)

اور ایک جگہ اس مسئلے کی دونوں رائیں اور ان کے دلائل بیان کرنے اور اپنی ترجیح کا اظہار کرنے کے بعد سائل کو مشورہ دیتے ہیں کہ :

''مذکورہ تفصیلات کی بنیاد پر ہم سائل سے یہی کہتے ہیں کہ لوگوں سے مخالفت کا اظہار نہ کیجیے، اگر آپ اس بات کے قائل ہیں کہ پہلی ہی رائے پر عمل واجب ہے اور جب مسلم ممالک میں کسی بھی مقام پر رویت ہلال شرعی طور پر ثابت ہوجائے تو اس کے مقتضی کے مطابق عمل واجب ہوجاتا ہے، مگر آپ کا ملک اس پر عمل نہیں کرتا ہے اور وہ دوسری رائے کا قائل ہے، تو آپ کو مخالفت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے فتنہ وانارکی اور اخذ ورد کا سلسلہ شروع ہوجانے کا خدشہ ہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اگر ہلال رمضان کا ہو تو آپ چپکے سے روزہ رکھ لیں، اور ہلال شوال کا ہو تو چپکے سے افطار کرلیں، مگر مخالفت ہر طرح نامناسب اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ (حوالہ مذکور ۱۹/ ۴۷)

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے میں نصوص وہی ہیں جن سے دونوں فریق استدلال کرتے ہیں مگر فرق اپنے اپنے فہم اور طرز استدلال کا ہے جس سے یہ اختلاف رونما ہوا ہے مگر امت کی مصلحت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق دونوں فریق کی وسعت نظری کے بغیر نامناسب عواقب ونتائج سے بچنا ممکن

نہیں ہے۔ مگر اس موضوع پر چند ایک کو چھوڑ کر تقریباً تمام اسلامی ممالک میں کچھ نادانوں کی وجہ سے سال بہ سال تنازعہ کھڑا ہوجاتا ہے اور بسا اوقات اختلافات سنگین صورت حال اختیار کرجاتے ہیں، مصر وغیرہ میں قتل تک ہوچکا ہے، جزائر میں بھی فتنے کھڑے ہوتے رہے ہیں، اردن اور سیریا بھی اس کے منفی اثرات سے خالی نہیں رہے ہیں اور ہمارے ملک ہندوستان میں بھی جنوبی ہند کے علاقے میں اس موضوع پر مار پیٹ اور خون خرابہ ہوا ہے۔ اس مسئلے کی سنگینی کے پیش نظر ہم نے ۱۳-۱۵ مارچ ۲۰۰۴ء کو منعقد ہونے والی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس پاکوڑ کے موقعہ پر ایک علمی سیمینار کا مشورہ دیا تھا جو منظور کیا گیا تھا اور متعدد اہل علم نے اس موضوع پر گرانقدر مقالے تحریر کئے تھے جنھیں مرکزی جمعیت کے زیر اہتمام مکتبہ ترجمان وغیرہ سے شائع کیا گیا تھا اور ملک میں شدت کی جو ایک نئی لہر چلی تھی اس کا زور کافی ٹوٹا تھا۔ والحمدللہ علی ذلک۔

● متحد ومختلف مطالع کی تعیین وتحدید میں دقیق ضابطے کی طرف پیش قدمی کی ضرورت واہمیت :

جو لوگ رویت ہلال کے مسئلے میں اختلاف مطالع کو شرعی طور پر معتبر مانتے ہیں ان میں متحد ومختلف مطالع کی تحدید میں بڑا شدید اختلاف زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے اور آج تک یہ مسئلہ امت کے لئے دردسر بنا ہوا ہے حالانکہ اہل علم کی مسلسل کوششوں اور تحقیقات سے اس مسئلے میں اتحاد کی کافی مضبوط بنیادیں فراہم ہوچکی ہیں مگر پھر بھی اس سلسلے میں رائے عامہ کی مناسب تربیت، ہم آہنگی، توجہ اور بنیادی معلومات کے فقدان کی وجہ سے ہنوز معاملہ روز اول کی طرح الجھا ہوا ہے۔

اس مسئلے کی نوعیت یہ ہے کہ متحد ومختلف مطالع کی تحدید کے لئے کوئی شرعی نص موجود نہیں ہے اس لئے اس کا مدار قیاس وحساب اور تجربات ومشاہدات پر ہے اور اسی لئے اس میں اختلاف بھی بہت ہے جس کا اندازہ حسب ذیل اقوال سے کیا جاسکتا ہے۔

- اس کی حد چھ سواسی (۶۸۰) میل ہے۔
- پانچ سواسی (۵۸۰) میل انگریزی ہے۔
- چارسواسی (۴۸۰) میل ہے۔
- اس کی حد ایک ماہ کی مسافت ہے۔
- اس کی حد مسافت سفر ہے۔
- تبدیل اقلیم سے مطلع تبدیل ہوجاتا ہے۔

آگے ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب مدنی حفظہ اللہ کے مقالے سے ایک طویل اقتباس اس مسئلے پر آپ کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں جس سے مزید اقوال اور ان پر اعتراضات بھی آپ کے علم میں آجائیں گے۔ اور لگے ہاتھوں ڈاکٹر صاحب محترم سے انہیں کی تحریر کی روشنی میں ایک سوال اور استفسار کی جسارت بھی کرلیں گے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :

''کتنی مسافت یا فاصلہ کو بعید قرار دیا جائے گا :

رہا یہ مسئلہ کہ کتنی مسافت کو قرب وبعد کے لئے حد فاصل مانا جائے کہ اس کی بنیاد پر مسافت بعیدہ کے شہروں کی رؤیت کا اعتبار نہ کیا جائے اور مسافت قریبہ کے شہروں کی رویت کا اعتبار کیا جائے، اس سلسلہ میں علماء کے درج ذیل مذاہب اور اقوال ہیں:

(ا) اس سلسلہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ جن علاقوں اور شہروں کے مطالع مختلف ہوں گے جیسے حجاز اور شام یا عراق اور خراسان، ان کا اعتبار بلاد بعیدہ میں ہوگا،

اور جن کے مطالع مختلف نہیں ہیں جیسے بغداد اور کوفہ یا رَی اور قزوین ان کو بلاد قریبہ میں شمار کیا جائے گا، اس کے قائل جمہور عراقی اور صیدلانی وغیرہ شافعیہ ہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے اسی کو ''الروضۃ'' اور ''المجموع'' میں اصح کہا ہے، اور اسی کے قائل محققین حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ ہیں۔(المجموع: ۶/۲۷۲، فتح الباری: ۴/۱۲۳)

(۲) مسافت قصر، بعید ہے اور اس سے کم قریب، اس کے قائل، امام الحرمین، غزالی، بغوی ہیں اور رافعی نے ''الصغیر'' میں اور نووی نے شرح مسلم میں اس کو صحیح کہا ہے، اور اسی کو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے المصفیٰ میں اختیار کیا ہے، مگر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ: (۲۵/ ۱۰۴) میں اس کی تضعیف کی ہے اور فرمایا کہ مسافت قصر کا ہلال سے کوئی تعلق نہیں، اور امام نووی رحمہ اللہ نے بھی المجموع: (۶/۲۷۲) اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳) اقالیم کے اتحاد و اختلاف کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ جو شہر اور علاقے ایک اقلیم کے ہیں وہ قریب مانے جائیں گے اور جو دوسرے اقلیم کے ہیں وہ بعید، اس کے قائل صیمری وغیرہ ہیں، مگر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کو بھی ضعیف کہا ہے، وہ فرماتے ہیں: رہے اقالیم تو ان کی حد کیا ہے؟ پھر فرمایا کہ یہ دونوں قول دو وجوہ سے غلط ہیں، ایک تو اس لئے کہ رؤیت مشرق و مغرب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، اگر مشرق میں رؤیت ہوئی تو مغرب میں لازماً ہونی چاہئے، لیکن اس کے برعکس صورت نہیں، کیونکہ مشرق کی بہ نسبت مغرب میں غروب آفتاب تاخیر سے ہوتا ہے .... اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مسافت قصر یا اقالیم کا اعتبار کریں تو جو شخص مسافت قصر یا اقلیم کے آخری سرے پر ہوگا اس کے لئے تو روزہ رکھنا یا روزہ رکھنے کا سلسلہ بند کرنا اور قربانی کرنا لازم ہوگا اور دوسرا شخص جس کے اور پہلے شخص کے درمیان بس تیر کے نشانہ کے بقدر فاصلہ ہوگا وہ ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں کرسکے گا اور یہ ایسی بات ہے جو مسلمانوں کے دین میں سے نہیں ہے۔(مجموع فتاوی: ۲۵/ ۱۰۴، ۱۰۵)

(۴) مقام رؤیت سے جو شہر یا علاقہ اتنے فاصلے پر ہو کہ جب یہاں چاند نظر آئے اور اگر کوئی مانع نہ ہو تو وہاں پر بھی لازماً اسے نظر آنا چاہئے، ایسی صورت میں وہ قریب ہے، ورنہ بعید ہے اور یہ سرخسی کا قول ہے۔

(۵) اگر امام اعظم (سلطان) کے نزدیک رؤیت ہوجائے تو وہ اپنی پوری مملکت میں اس کو نافذ کرسکتا ہے، اس واسطے کہ پورا ملک اس کے حق میں ایک شہر کی طرح ہے کیونکہ اس کا حکم سب میں نافذ ہوتا ہے، اور یہ ابن الماجشون کا قول ہے۔(فتح الباری: ۴/۱۲۳) مگر اس پر بھی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جو انہوں نے اقلیم والے قول پر وارد کیا ہے۔

(۶) مقام رؤیت سے جو جگہ طبعی اور جغرافیائی اعتبار سے مختلف ہو وہ بعید ہے اس کے علاوہ قریب۔ مثلاً بلند مقام پر چاند نظر آیا تو اس رؤیت کو نشیبی علاقے کے لئے نہیں مانا جائے گا، اسی طرح اس کے برعکس۔(نیل الاوطار: ۴/۲۰۶)

(۷) ایک مہینہ کی مسافت بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے۔(مجمع الانہر: ۱/۲۲۹، الدرالمنتقیٰ برحاشیہ مجمع: ۱/۲۳۹، فتاوی مولانا عبدالحئی: ۱/۲۷۳) اور ایک مہینہ کی مسافت سے مراد وہ فاصلہ ہے جو پیدل کی رفتار کے لحاظ سے بنتا ہے اور یہ اوسطاً سولہ میل فی یوم ہے، اسی بناء پر فقہ حنفی وغیرہ میں مسافت قصر تین دن کی مسافت کو ۴۸ میل بتایا گیا ہے اور اس حساب سے ایک مہینہ کی مسافت ۴۸۰ میل ہوتی ہے۔

(۸) وہ قریبی جگہ جہاں سے رؤیت کی خبر ان تک پہلے دن

سورج ڈوبنے سے پہلے پہونچ جائے وہاں تک کی رویت معتبر ہوگی، اوراسے قریب مانا جائے گا اوراگرایسی جگہ سے رؤیت کی خبرآئی جہاں سے پہلے دن کے ختم ہونے سے پہلے خبرنہیں پہونچ سکتی تو وہاں کی رویت کا اعتبارنہیں ہوگا۔ یہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ:۱۰۶/۲۵) یہاں پر یہ یاد دہانی ایک بارپھرکراتا چلوں کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے پہلے دن کی شام تک خبر کے پہونچنے میں قریبی جگہ کی صراحت کی ہے، اوران کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، اس واسطے ان کے قول سے مطلقاً یعنی چاہے مسافت بعیدہ ہو یا قریبہ اوردونوں جگہوں کا مطلع ایک ہو یا مختلف، خبر پہونچنے کا اعتبار کرنے کی بات سمجھنا اوراس کی وجہ سے اس وقت جبکہ پورے عالم اسلام میں اتنے وقت میں ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ خبر پہونچ سکتی ہے۔ ایک جگہ کی رؤیت کو پوری دنیا کے لئے رویت قرار دینا اورساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک ہی دن روزہ رکھنے اورعید منانے کی تجویز پیش کرنا درست نہیں ہے۔

(۹) ہر شہر کی رؤیت صرف اسی شہر کے لئے معتبر ہوگی اوردوسرے شہروں میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، ابن المنذر نے یہ قول عکرمہ، قاسم، سالم اوراسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے۔(مجموع:۲۲۸/۶) اورامام ترمذی رحمہ اللہ نے یہی ''اہل علم'' کا یہی فیصلہ بتایا ہے اورکوئی دوسرا قول ذکر نہیں کیا ہے، اور ماوردی نے شافعیہ کے یہاں بھی اسے ایک وجہ بتایا ہے۔(انظر مرعاۃ:۴۲۵/۶) اورعموماً لوگوں نے اس کے لئے کریب عن ابن عباس والی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث اس کے معارض ہے جس میں ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے، پھرآپ نے اس سے پوچھا کہ لا إلہ إلا اللہ، محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے ہو اس نے کہا کہ ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں، توآپ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ روزہ رکھیں۔(رواہ ابوداود والترمذی والنسائی والدارمی وھو حدیث صحیح) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی بناء پر دوسری جگہ کی رویت کا اعتبار کیا اور ہر شہر کی رویت صرف اسی شہر کے لئے معتبر نہیں، بلکہ مسافت قریبہ یا اتفاق مطالع کی صورت میں معتبر شہادت یا خبر ہوتو دوسری جگہ کی رؤیت بھی معتبر ہوگی۔

(۱۰) چوبیس فرسخ یا ۷۲ میل کی مسافت بعید ہے، اوراس سے کم مسافت قریب ہے، چنانچہ حاشیہ ابن عابدین: (۱۰۵/۲) میں ہے: '' وَقَدْ نَبَّهَ التَّاجُ التَّبْرِيزِيُّ عَلَى أَنَّ اخْتِلَافَ الْمَطَالِعِ لَا يُمْكِنُ فِي أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ فَرْسَخًا وَأَفْتَى بِهِ الْوَالِدُ وَالْأَوْجَهُ أَنَّهَا تَحْدِيدِيَّةٌ كَمَا أَفْتَى بِهِ أَيْضًا'' تاج تبریزی نے متنبہ کیا ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم مسافت میں اختلاف مطالع ممکن نہیں ہے، میرے والد کا فتویٰ بھی یہی ہے، اوراوجہ یہ ہے کہ یہ مقدار تحدیدی ہے تقریبی نہیں۔

(۱۱) دوشہروں کی رویت میں ایک دن سے زیادہ کا فرق ہو تو یہ بعید شمار ہونگے اوران میں اختلاف مطالع مانا جائے گا، اور اس سے کم فرق ہوتو وہ قریب شمار ہونگے اوران کا مطلع ایک ہی مانا جائے گا، کیونکہ نصوص میں صراحت ہے کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے (نہ کم نہ زیادہ) تو ایسی جگہ کی شہادت پرعمل نہیں کیا جائے گا جہاں کی شہادت پرعمل کرنے سے ۲۹ سے کم یا ۳۰ سے زیادہ دن کا مہینہ بن جاتا ہو۔ یہ قول مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا انور کشمیری، مفتی محمد شفیع اور دیگر بہت سے علماء احناف کا

ہے چنانچہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم :(۳/ ۱۲)میں ہے :
''ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم منه التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد ، لأن النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها فيما دون أقل العدد ولا في أزيد من أكثره''۔(نیز دیکھئے مولانا برھان الدین سنبھلی کا رسالہ رویت ہلال کا مسئلہ ص:۹۵-۹۸، ۱۱۴)

(۱۲) مدینہ منورہ اور شام کے درمیان جتنی مسافت ہے وہ بعید ہے اوراس سے کم قریب ہے۔اس کے قائلین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے ظاہر سے استدلال کیا ہے۔ یادرہے کہ قرب وبعد یا اختلاف مطلع کے لئے کسی خاص مسافت کی تحدید کے سلسلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہے، اس لئے علماء میں یہ اختلاف ہے البتہ محققین علماء تقریبا اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ جب کسی جگہ حقیقۃً ہلال کی رویت ثابت ہوگی تو اس کے مغرب میں بلاکسی تحدید مسافت کے رویت ثابت ہوگی الایہ کہ عرض البلد میں فرق ہوتو کبھی اس کیوجہ سے رویت میں فرق ہوسکتا ہے۔ اور مقام رویت سے مشرق کے شہروں کے بارے میں علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی رائے جدید علم ہیئت وجغرافیہ کی روشنی میں یہ ہے کہ ۵۶۰ میل تک اس کا اعتبار کیا جائے گا۔اور بعض فقہاء نے جوایک ماہ کی دوری کو مسافت بعیدہ قرار دیا ہے اس کے بارے میں کچھ علماء نے لکھا ہے کہ وہ ۵۰۰ سے ۶۰۰ میل تک ہوتا ہے۔اور مدینہ منورہ سے شام تک کی مسافت بھی علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے سات سومیل کے قریب تحریر کی ہے اس واسطے یہ بات اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے۔مگر چونکہ اس تحدید کا مدار کسی شرعی نص پرنہیں ہے اس لئے اس سے ایک اندازہ تو قائم کیا جاسکتا ہے مگر اس کو حرف آخر نہیں کہا جاسکتا اس لئے اس کو لے کر آپس میں اختلاف نہیں کرنا چاہئے۔ سابق مفتی اعظم سعودی عرب علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ مسئلہ ہیئۃ کبار علماء سعودی عرب کے سامنے شعبان ۱۳۹۲ ہجری میں پیش ہوا تھا، سبھوں کی متفقہ رائے یہی تھی کہ اس میں وسعت سے کام لینا چاہئے اور ہر ملک کے اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ ماہ رمضان کی آمد اور رخصت کے وقت اس مسئلہ پرغور کریں اوراجتہاد کے بعد جوقول اقرب الی الحق معلوم ہواس پر متفق ہوجائیں، اسی پر عمل کریں اور اس سے لوگوں مطلع کریں۔اس مسئلہ میں علماء کو جھگڑنا نہیں چاہئے، اس سے لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں اوران میں گرما گرم بحثیں شروع ہوجاتی ہیں۔ اس میں ماہرین فلکیات وعلم ہیئت کے جدید خیالات وتحقیقات سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنوء اور علامہ عبداللہ بن حمید سابق رئیس المجلس العالی للقضاء وغیرہ نے یہ تجویز رکھی ہے۔ یہاں کسی کو یہ اشکال نہ ہوکہ ایسی صورت میں توعلم نجوم وفلکیات کے حساب پر اعتماد کرنا پڑے گا جب کہ شرعی امور میں منجمین اور علماء فلکیات کے اقوال کا اعتبار نہیں، کیونکہ اصول اور امور عامہ میں ان کے اقوال کے عدم اعتبار سے یہ لازم نہیں آتا کہ توابع اور کچھ امور خاصہ میں بھی ان سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔''انتھی (رویت ہلال واختلاف مطالع)

آپ نے مذکورہ بالا تحریر پڑھ لی اور ڈاکٹر صاحب کا یہ اعتراف بھی ملاحظہ فرمایا کہ **یادرہے کہ قرب وبعد یا اختلاف مطلع کے لئے کسی خاص مسافت کی تحدید کے سلسلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہے، اس لئے علماء میں یہ اختلاف**

ہے البتہ محققین علماء تقریبا اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ جب کسی جگہ حقیقۃً ہلال کی رویت ثابت ہوگی تو اس کے مغرب میں بلا کسی تحدید مسافت کے رویت ثابت ہوگی الا یہ کہ عرض البلد میں فرق ہو تو کبھی اس کی وجہ سے رویت میں فرق ہوسکتا ہے۔ اور مقام رویت سے مشرق کے شہروں کے بارے میں علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی رائے جدید علم ہیئت وجغرافیہ کی روشنی میں یہ ہے کہ ۵۶۰ میل تک اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور بعض فقہاء نے جو ایک ماہ کی دوری کو مسافت بعیدہ قرار دیا ہے اس کے بارے میں کچھ علماء نے لکھا ہے کہ وہ ۵۰۰ سے ۶۰۰ میل تک ہوتا ہے۔ اور مدینہ منورہ سے شام تک کی مسافت بھی علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے سات سو میل کے قریب تحریر کی ہے اس واسطے یہ بات اقرب إلی الصواب معلوم ہوتی ہے۔

اس سے یہ حقیقت صاف صاف عیاں ہے کہ مطالع کی تحدید کا اس سے بہتر معیار تادم تحریر ڈاکٹر صاحب کے پاس نہیں تھا۔ ہاں اس سے بہتر معیار کے امکان کو بھی انھوں نے اگلی سطور میں تسلیم فرمایا ہے۔

اسی میں ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ ''جب کسی جگہ حقیقۃً ہلال کی رویت ثابت ہوگی تو اس کے مغرب میں بلا کسی تحدید مسافت کے رویت ثابت ہوگی الا یہ کہ عرض البلد میں فرق ہو تو کبھی اس کی وجہ سے رویت میں فرق ہوسکتا ہے''۔

اب ڈاکٹر صاحب محترم سے بصد ادب اور نہایت معذرت کے ساتھ یہ سوال ہے کہ ۱۶/مئی ۲۰۱۸ء/۲۹/شعبان ۱۴۳۹ھ بروز بدھ چنئی (مدراس) تامل ناڈو اور چترا درگہ کرناٹک وغیرہ میں نیز گجرات کے بھج میں بھی رمضان کا چاند نظر آیا تھا اور بھج کے سوا ان سارے مقامات پر رویت ممبئی اور مالیگاؤں سے پیشتر ہی ہوتی ہے گویا ممبئی اور مالیگاؤں وغیرہ مذکورہ مقامات سے مغرب میں واقع ہیں لہٰذا ممبئی اور مالیگاؤں اور مہاراشٹر کے شہروں میں بلا تحدید مسافت مذکورہ مقامات کی رویت کا اعتبار ہونا چاہیے تھا پھر جب مذکورہ علاقوں کے مغرب یعنی بھج میں بھی چاند نظر آ گیا تو گویا چاند سارے مقامات کے لئے متحقق ہوگیا، مگر ڈاکٹر صاحب نے سوال کرنے والوں کو کیلومیٹر اور اختلاف مطالع کا حوالہ دیکر یہ فرمایا تھا کہ ہم لوگوں یعنی ممبئی اور مالیگاؤں وغیرہ کے لوگوں کو وہاں کی رویت کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ موصوف کے اس جواب سے منفی قسم کی مہم جوئی کرنے والوں کو کافی حوصلہ ملا تھا اور اختلاف کرنے والوں کو ایک دلیل فراہم ہوگئی تھی۔ تو کیا اس سوال کا جواب دیتے وقت مذکورہ تحریر ذہن میں نہیں تھی یا پھر ڈاکٹر صاحب نے کوئی نیا نظریہ قائم فرما لیا ہے؟ یا پھر اس کی کیا توجیہ ہے؟ امید کہ کسی مناسب موقعہ پر اس کی وضاحت فرمادیں گے۔ دوسری گزارش تنہا آپ سے نہیں سارے معزز علماء سے یہ ہے کہ ہمارے اس ملک میں کوئی اسلامی حکومت ہے نہ کوئی محکمہ قضاء جس میں اس طرح کے مسائل میں رجوع کیا جائے، اور کوئی متفقہ مرکزی ہلال کمیٹی بھی جماعتی پیمانے پر موجود نہیں ہے تو مرکزی یا علاقائی سطح پر یہی جمعیتیں ہی اس طرح کے مسائل میں ایک اجتماعی پلیٹ فارم یا مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں اس لئے اگر ان کی جانب سے کوئی فیصلہ ہو چکا ہو اور وہ غیر مناسب لگے تو آپ جیسے محترم و بزرگ علماء کو ان کے ذمہ داروں کی رہنمائی فرمانی چاہیے اور عوامی سطح پر آپ کی جانب سے کوئی ایسا پیغام نہیں جانا چاہیے جس کی وجہ سے جماعت میں نامناسب ماحول پیدا ہونے کا خدشہ یا امکان ہو۔ امید کہ آپ ہماری اس درخواست پر غور فرمائیں گے۔ اور

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ موبائل پر ہونے والی گفتگو آج کے اس دور میں محض دو آدمیوں کا مکالمہ اور انہیں کے درمیان ختم ہوجانے والی گفتگو نہیں ہوتی بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ لمحوں میں ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔

اب ہم پھر سے متحد ومختلف مطالع کی تحدید کے موضوع پر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علمائے متقدمین کے اس سلسلے میں جتنے بھی اقوال ہیں ان میں سے اکثر اعتراضات اور اشکالات سے خالی نہیں ہیں اوران پر کسی بھی صاحب تحقیق کو تشفی نہیں ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں بہتر حال کی طرف بڑھنا ناگزیر ہے۔

علمائے دیوبند نے اپنے حلقے میں اس سلسلے میں کافی اچھی پیش رفت کی ہے اور تقریباً ان کے تمام بڑے علماء ومفتیان اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک ہے۔

چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو منعقدہ ۳/ ۴ مئی ۱۹۶۷ء میں جو فیصلہ ہوا تھا وہ حسب ذیل ہے :

(۱) نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، بلکہ اختلاف مطالع مسلّم ہے۔ یہ ایک واقعاتی چیز ہے اس میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) البتہ فقہاء اس بات میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطار صوم کے باب میں یہ اختلاف مطلع معتبر ہے یا نہیں؟.... محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے۔

(۳) بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتاً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے۔ ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد۔ ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸/ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۰/ دن کا قرار پائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

(۴) بلاد قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادۃً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا۔ فقہاء ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً ۵۰۰/ یا ۶۰۰/ میل ہوتا ہے، بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے کم کو بلاد قریبہ، مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہوجائے کہ مطلع کتنی مسافت پر بدلتا ہے اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے؟

(۵) ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے۔ علماء ہندو پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو۔ اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے، شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

(۶) مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہندو پاک کے مطلع سے علیحدہ ہے۔ یہاں کی رؤیت ان ملکوں کے لئے اور ان ملکوں کی رؤیت یہاں کے لئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں ہے؛ اس لئے کہ ان میں اور ہندو پاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔ (جدید فقہی مسائل ج ۲ ص ۲۲)

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صاحب استاد دارالعلوم مئو اپنے

مضمون : ''رؤیت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار میں'' تحریر کرتے ہیں کہ :

''مذکورہ سطور سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہندوستان، پاکستان کے مطالع الگ الگ ہیں تو ضرور مگر ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں، اس لئے اگر ہندوستان میں رؤیت ہوجائے اور شرعی شہادت صداقت کے سبھی حضرات قائل ہوں تو یہ خبر ہندوستان کے سوا دوسرے مذکورہ ممالک میں بھی معتبر ہوگی۔ ۱۳۷۰ء (غالباً ھجری) میں اکابر کا اس سلسلہ میں متفقہ فیصلہ بھی ہو چکا ہے، اس لئے سطح کی بلندی وپستی کا رؤیت ہلال میں کوئی دخل نہیں۔ (رؤیت ہلال فقہ اسلامی کی روشنی میں ص ۱۱۱)

اور مولانا محمد شعیب اللہ مفتاحی صاحب : ''رویت ہلال کا مسئلہ اور اختلاف مطالع کے حدود'' کی سرخی کے تحت ایک جگہ لکھتے ہیں کہ :

''اسی سے یہ مسئلہ بھی صاف ہوگیا کہ ہندوپاک اور اسی طرح بعض قریبی ممالک جیسے نیپال کا مطلع چونکہ ایک ہے، بایں معنی کہ ان میں رویت میں ایک دن کا عام طور پر فرق نہیں ہوتا، اس لئے ہندوپاک، بنگلہ دیش و نیپال کے کسی بھی حصہ میں رویت ہوتو وہ دوسرے علاقوں کیلئے معتبر مانی جائے گی''۔ (حوالہ مذکور ص ۲۶۴)

اسی کتاب میں مفتی نسیم احمد مفتاحی صاحب اپنے مضمون : ''رویت ہلال اور مطالع کی تحدید'' میں لکھتے ہیں : ''امارت شرعیہ بہاراڑیسہ کا اس سلسلہ میں یہ فیصلہ ہے : ''عام طور پر غیر منقسم ہندوستان کا مطلع ایک ہے، البتہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ہندوستان یا پاکستان کے بعض آخری کناروں کے شہر ایسے ہوں جو وسطی اور مرکزی ہندوستان کے بجائے دیگر ممالک سے اس قدر قریب ہوں کہ عادۃ وہاں کی رویت ان دوسرے ممالک کے مطابق ہوتی ہو۔ مثلاً کیرلا کے ساحلی علاقوں کی دوسرے قریبی علاقوں کے ساتھ قربت یا پاکستان کے بعض سرحدی علاقوں کی ایران یا افغانستان سے قرب ایسی صورت میں دور دراز کے صرف ایسے شہروں میں رویت ہو اور اندروں ملک کہیں بھی رویت نہیں ہوتی ہو تو قاضی اور دیگر ذمہ دار علماء کو احتیاط اور تیقظ کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا''۔ (حوالہ مذکور ص ۲۸۲)

مذکورہ کتاب میں جو اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ساتویں سیمینار منعقدہ مورخہ ۳۰/دسمبر ۱۹۹۴ء تا ۲/جنوری ۱۹۹۵ء دارالعلوم ماٹلی والا گجرات میں پیش کئے گئے مقالات کا مجموعہ ہے دیگر دیوبندی علماء نے بھی تقریباً اسی رائے کا اظہار کیا ہے اور مناقشہ کے عنوان سے قاضی صاحب (غالباً قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب مراد ہیں) کی ایک تقریر بھی ضبط تحریر میں لائی ہوئی درج ہے جس کے چند اقتباسات حسب ذیل ہیں :

''ذہن نشین رہے کہ صوم وافطار اور عیدین کے متعلق احناف کا اصل مسلک پوری دنیا میں اختلاف مطالع کے غیر معتبر ہونے کا ہے، ان کے نزدیک اہل مشرق کی رویت بلا کسی تحدید مسافت کے اہل مغرب کیلئے معتبر ہوگی اور بالعکس بھی۔ اور امام ابوحنیفہ کے ساتھ امام احمد بن حنبل اور امام مالک کا مسلک بھی یہی بتایا جاتا ہے مگر بہت سے متاخر علمائے احناف بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کے قائل ہوگئے ہیں اور ان کا عمل اسی پر چلا آرہا ہے جن میں متعدد اکابر علمائے دیوبند بھی شامل ہیں مگر جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا تقریباً تمام اکابر علمائے دیوبند غیر منقسم ہندوستان اور نیپال میں اختلاف مطالع کے غیر معتبر ہونے کے قائل ہیں اور لگ بھگ سارے ہندوستان کا مطلع ایک ہی جانتے ہیں''۔

''...مسئلہ کی نوعیت میں کہیں پر کوئی الجھن اور ابہام مجھے نہیں محسوس ہوتا ہے پچھلے تقریباً ۶۲ء سے میں سمجھتا ہوں کہ ۳۲ سے ۳۳/برس ہو گئے ہوں گے، ۳۲، ۳۳/برس کے طویل عرصے میں رمضان اور عید کے فیصلے میں کرتا رہتا ہوں لیکن مجھے کبھی الجھن اس میں الحمدللہ نہیں ہوئی، مسئلہ جو کچھ آتا ہے نہ ماننے کا آتا ہے، جب نہ ماننے کا مزاج جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے یا منمانی کرنے کا رجحان جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے وہیں وہیں پر مشکلات پیدا ہوتی جاتی ہیں، بہرحال میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ کچھ موٹے موٹے اصول ہمیں مرتب کر کے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر دینی چاہئے اس سلسلہ میں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اجتماعات کا ذکر کروں جو اس موضوع پر مختلف مواقع پر ہو چکے ہیں، جیسے جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس مراد آباد، سب سے پہلی چیز جو ہمارے علم میں ہے وہ ہے اس میں مطلع کے بارے میں ایک بڑا اہم فیصلہ ہمارے اس زمانے کے بزرگ علماء نے لیا تھا جو اصحاب تحقیق اور اصحاب علم تھے۔ جس میں غیر منقسم ہندوستان کا مطلع کو ایک تسلیم کیا گیا تھا، تجربات سے کچھ دشواریاں ہو سکتی ہیں...''۔

...دوسرا اجتماع جس میں شریک رہا ہوں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کی تحریک پر حضرت حکیم الامت حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید میاں صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمہ اللہ دس بزرگوں کی طرف سے جن میں جہاں تک میری یادداشت ہے کہ ابھی دو صاحبان یعنی حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم یہ دو بزرگ ابھی موجود بھی ہیں اور ان آٹھ میں کئی کے بارے میں بتایا کہ وہ گذر چکے ہیں ان حضرات کی طرف سے ایک اجتماع منعقد ہوا تھا ان کی دعوت پر اور وہ مسجد عبد النبی میں ہوا اس میں ایک بڑی مضبوط تحریک مرتب کی گئی تھی سبھی شرکاء علماء کے اتفاق رائے سے جس میں پورے ہندوستان کا مطلع کو ایک تسلیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ ایک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی ایسی تشکیل پانی چاہئے جس کی برانچیز ان تمام صوبائی جماعتوں یا ذمہ داروں کو تسلیم کرنا چاہئے...(دیکھئے حوالہ مذکور: مناقشہ از صفحہ ۴۶۷)

ہندوستانی علماء اہل حدیث

مگر دوسری طرف معاملہ یہ ہے کہ اکابر علمائے اہل حدیث کا ہندوستان کے متعلق کوئی واضح فیصلہ ہمارے سامنے نہیں آیا ہے اور معاصر علماء بھی اس سلسلے میں کسی حتمی نتیجے اور کسی متفق علیہ مسلک تک پہنچتے نظر نہیں آتے ہیں۔

الروضۃ الندیۃ کے مطابق علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی رحمہ اللہ اختلاف مطالع کے عالمی پیمانے پر غیر معتبر ہونے کے قائل نظر آتے ہیں مگر فتح العلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے لگے ہیں۔ شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا کوئی قول اس سلسلے میں ہماری نظر سے نہیں گزرا، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری کے والد محترم مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کی رائے علامہ شوکانی اور نواب صاحب کی سابقہ رائے سے میل کھاتی دکھائی دیتی ہے یعنی اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔ (فتاوی شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوری ۲)

علامہ شمس الحق ڈیانوی نے دونوں فریق کے دلائل ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے ان کا کوئی فیصلہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

علامہ محدث عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ علامہ شوکانی کی رائے پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے سکوت اختیار کرتے نظر آتے ہیں، البتہ علامہ عبیداللہ مبارکپوری کو امام شوکانی کے فیصلے اور طرز استدلال میں تحامل دکھائی دیتا ہے۔اس کے بعد فرماتے ہیں :

''شام مدینہ سے شمال کی طرف مائل بہ مشرق واقع ہے اور ان دونوں کے درمیان تقریباً سات سو میل کا فاصلہ ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی رویت پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اس بڑی دوری کی وجہ سے اختلاف مطالع کو معتبر گردانا۔

اور اختلاف مطالع کو معتبر ماننے والوں نے اس مسافت کی تحدید میں اختلاف کیا ہے جس میں اختلاف مطالع معتبر ہوتا ہے اور جیسا کہ گزرا اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ وہ ایک ماہ کی مسافت ہے۔اور میل سے اس مسافت کی تحدید میں جو اشکال ہے وہ مخفی نہیں ہے۔اس سلسلے میں مناسب یہی ہے کہ جدید علم ہیئت کی طرف رجوع کیا جائے اور جدید علم جغرافیہ پر اعتماد کیا جائے۔

پھر علم ہیئت کے مطابق چاند کے متعلق کچھ تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا :

''اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوگیا کہ چاند اگر کسی مغربی شہر میں نظر آیا تو اس رویت کو اس شہر سے مشرق کی جہت میں پانچ سو ساٹھ میل تک واقع شہروں میں معتبر ماننا چاہیے۔البتہ اس کے مغرب کی طرف واقع شہروں میں کسی معین مسافت کی قید کے بغیر مطلق طور پر معتبر ماننا چاہیے۔ واللہ اعلم ۔(مرعاۃ المفاتیح: ۴۲۹/۶)

جماعت کے مشہور مفتی مولانا عبداللہ صاحب روپڑی رحمہ اللہ کے نزدیک ملک بدلنے سے مطلع بدلتا ہے نیز اتنی دوری بھی معتبر ہے جس سے مطلع بدل جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :

''آخر یہی بات ٹھہری کہ ایک ملک کی شہادت دوسرے ملک والوں کے لئے معتبر نہیں، جیسے شام دوسرا ملک تھا، ابن عباسؓ نے ان کی رویت مدینہ والوں کے لئے کافی نہ سمجھی، رہا سرحدوں کا معاملہ تو بسبب قرب کے وہ ایک ہی ہیں، جب ایک جگہ دوسری جگہ سے اتنی دور ہو کہ رویت ہلال میں فرق پڑسکتا ہو تو اس صورت میں ایک جگہ کی رویت کا دوسری جگہ اعتبار نہیں ہوگا۔بمبئی سے یہاں (پنجاب) کے مطلع کا کافی فرق ہے اور بمبئی کا علاقہ ملک بھی دوسرا ہے، اس لئے بمبئی کی رویت سے ہم پر روزہ ضروری نہیں بلکہ مناسب بھی نہیں۔ (فتاویٰ اہل حدیث: ۵۴۷/۲)

اختلاف مطلع کو معتبر ماننے والے زیادہ تر علمائے اہل حدیث فقہاء کے اقوال کے گرد ہی گھومتے رہے ہیں اور محدود میلوں اور محدود فاصلوں ہی کے قائل رہے ہیں، اس ضمن میں ایک فتوی تو انتہائی حیرت انگیز نظر سے گزرا جو فتاوی ثنائیہ کا ہے اور کچھ اس طرح ہے :

''مسافت متعینہ کی روایت میرے علم میں نہیں۔ ہاں علم ہیئت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً تیس میل کے فاصلہ پر اختلاف مطالع ہوجاتا ہے۔ امرتسر سے لاہور کا فاصلہ تینتیس (۳۳) میل کا ہے، اتنے فاصلہ پر تین منٹ کا اختلاف ہے۔اگر امرتسر میں چھ بجے سورج غروب ہوتا ہے تو لاہور میں ۶/بجکر ۳/ منٹ پر ہوتا ہے۔اس لئے اختلاف مطالع کی وجہ سے رویت نہیں قبول کی جائے گی''۔انتھی (فتاوی ثنائیہ: ۲۶۱/۱)

اس فتوے میں مسافت چاہے جتنی بھی محدود بتائی گئی ہو مگر ایک بات قابل توجہ ہے کہ مفتی صاحب نے اس سلسلے میں علمائے

ہیئت کی رائے کو معتبر گردانا ہے۔

اسی فتاوی ثنائیہ میں اختلاف مطالع کے متعلق مولانا محمد یحییٰ الاعظمی عالم فاضل پروفیسر عربی کالج رائے درگ کا ایک مضمون درج ہے جس میں انھوں نے علم ہیئت کی روشنی میں حسب ذیل فیصلہ سنایا ہے :

۱۔ اہل مشرق کی رویت سارے کے سارے مغرب والوں کے حق میں ہلال کا قطعی ثبوت بہم پہنچاتی ہے اس لئے اگر مشرق سے ثبوت ہلال کی صحیح سند مل جائے تو بلا شبہ شرعی احکام نافذ ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہلال کا چھوٹا بڑا ہونا کوئی چیز نہیں ۲۹/کا ہو یا تیس کا۔

۲۔ یہاں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اہل مغرب کی رویت کا تمام مشرق والوں کے حق میں ہلال ثابت کردینا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ۱۲/درجہ مشرق (ہماری تقریبی قوس الرویۃ) تک یہ حکم قطعی طور سے لگایا جاسکتا ہے اور اس کے بعد نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کی تحقیق کے لئے اوسطاً ۱۲/درجہ (ہماری تقریبی قوس الرویۃ) کا فصل ضروری ہے جس کا فاصلہ ۸۳۳/میل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ:۱/۶۷۵)

شکر ہے کہ مولانا صاحب نے اس مسافت کو ۵/کے آکڑے سے نکال کر آٹھ کے آکڑے تک پہنچادیا ہے مگر چلتے چلتے ایک بڑی خطرناک بات کہہ گئے ہیں اور اسی کو علمائے اہل حدیث کا مسلک بھی بتادیا ہے حالانکہ سارے محقق علمائے اہل حدیث سختی سے اس کی تردید کرتے ہیں، فرماتے ہیں :

''فقہائے شافعیہ کے نزدیک راجح اور معتمد قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا جن کے مطالع پر ہلال ہے خود ان کی رویت یا شرعی ثبوت کے بعد ان پر احکام شرع کا نفاذ ہوگا اور جن کے مطالع ہلال سے خالی ہیں ان کے حق میں ہلال کا وجود معتبر نہ ہوگا۔ چاہے صحیح ثبوت ہی کیوں نہ مل جائے بلکہ مطلع کا اعتبار کیا جائے گا اور مطلع ہلال سے خالی ہے۔ علمائے اہل حدیث کا عمل بھی اسی پر ہے۔ واللہ اعلم (اہل حدیث دہلی یکم فروری ۱۹۵۲ء حوالہ مذکورہ ۶۷۵)

یہاں جناب فلکیاتی حساب کو بصری رویت کیلئے پیمانہ قرار دیتے نظر آتے ہیں جس کا کبار اہل حدیث میں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

جماعت کے مشہور صاحب فتوی مولانا ابوسعید شرف الدین رحمہ اللہ البتہ اپنی اس تحریر میں جس میں فتاویٰ ثنائیہ کے مذکورہ بالا تینتیس میل پر اختلاف مطلع والے فتویٰ کا تعاقب کرتے ہیں ایک ایسا معیار بتاگئے ہیں جس سے پورے ہندوستان کا مطلع بلکہ پورے برصغیر کا مطلع ایک ہونے کی گنجائش نکلتی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں : ''مختلف مطلع یہ کہ ایک شہر یا موضع میں دن ہے تو دوسرے میں رات ہے یا ایک جگہ ظہر کی نماز کا وقت ہے تو دوسرے میں عصر یا مغرب کا۔ اگر ایسا ہوتو پھر وہاں کی رویت دوسروں کے لئے کافی نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ یا اس کے متفق مطلع والے چاند نہ دیکھ لیں''۔

آگے ایک جگہ لکھتے ہیں : ''تحقیق جدید سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ اور شام کے مطلع میں پندرہ بیس منٹ کا فرق ہے اور یہ اختلاف رویت ہلال کے حکم میں معتبر نہیں جس کی تحقیق آگے آتی ہے۔ مسافت کم میں بھی مدار شمس کے اختلاف مطالع کی نمازوں میں گھنٹوں کے اعتبار سے ان دیار میں بہت کمی بیشی ہے۔ متوسط اختلاف کا لحاظ کیا گیا۔ یعنی ظہر عصر یا مغرب کے وقت کا اختلاف جو عموماً تین گھنٹے سے کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا جہاں دو شہروں کے طلوع وغروب میں تین گھنٹے کا اختلاف ہو وہ مختلف مطالع میں شمار ہوں گے اور جن کا اس سے کم ہو وہ اس سے خارج ہوں گے''۔

آگے لکھتے ہیں جواب ۲/کا جواب ا/میں آگیا کہ دہلی اور مدراس کے طلوع وغروب میں چونکہ نصف گھنٹے کا فرق ہے جو تین گھنٹے سے کم ہے لہٰذا ان کو ایک دوسرے کی رویت ہلال کا اعتبار ہوگا''۔

کتاب میں رویت ہلال کا اعتبار نہ ہوگا تحریر ہوگیا ہے جو یقینا کاتب کا سہو ہے۔(دیکھیے فتاویٰ ثنائیہ ۱/۶۰۵۹ تا ۶۶۲)

مگر اس میں ایک اشکال یہ ہے کہ تین گھنٹے میں تو سعودی عرب اور خلیجی ممالک بھی ہمارے مطلع کے حدود میں شامل ہوجائیں گے۔

پاکستانی عالم مولانا ثناء اللہ صاحب مدنی نے بھی اسی طرح کی رائے پیش کی ہے، فرماتے ہیں : ''میری ناقص رائے میں مطلع کے فرق میں اگر قریب دو نمازوں ظہر، عصر اور مغرب کے اوقات کا لحاظ کر کے مطلع کا فرق کرلیا جائے تو امی امت کے لئے انسب اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ نمازوں کے وقتوں کی بنا اختلاف مطالع پر ہے''۔(فتاویٰ ثنائیہ مدینہ: ۲۳۰/۳)

ان تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ اہل علم نے اس سلسلے میں بہت محدود نقطہ نظر یا میلوں کے ذریعہ مطلع کی تحدید کے مضطرب ضابطے سے باہر نکلنے کی کوشش کی ہے اور بہت سے دوسرے لوگوں نے کسی زیادہ معیاری اور ثابت پیمانے کی طرف منتقل ہونے کی سعی کی ہے۔

اس سلسلے میں شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ میلوں کے ذریعہ مطلع کی تحدید میں اشکال پایا جاتا ہے اور اس کا بہتر طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے میں جدید علم ہیئت کی طرف رجوع کیا جائے۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب بھی اس رائے سے متفق لگتے ہیں چنانچہ حسب ذیل اقتباس پر پوری طرح مطمئن ہیں :

''عقل ونقل ہر دو لحاظ سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطلع بدل جائیں جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے معتبر نہیں ہونی چاہیے اور قریبی شہروں میں جن کے مابین ایک ماہ سے کم کی مسافت ہو ایک شہر میں رویت دوسرے شہر کے لئے لازم اور ضروری ہوگی''۔

''راقم الحروف کے خیال میں یہ رائے بہت معتدل، متوازن اور قرین عقل ہے، البتہ اختلاف مطالع کی حدیں متعین کرنے میں ''ایک ماہ کی مسافت'' کی قید کی بجائے جدید ماہرین فلکیات کے حساب اور ان کی رائے پر اعتماد کیا جانا زیادہ مناسب ہوگا''۔(مسئلہ رویت ہلال اور بارہ اسلامی مہینے ص ۱۳۱)

ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب بھی اس تجویز سے متفق ہیں، وہ فرماتے ہیں :

''اس میں ماہرین فلکیات وعلم ہیئت کے جدید خیالات و تحقیقات سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو اور علامہ عبداللہ بن حمید سابق رئیس المجلس العالی للقضاء وغیرہ نے یہ تجویز رکھی ہے''۔(رویت ہلال واختلاف مطالع)

فضیلۃ الشیخ غازی عزیز صاحب کا مقالہ پاکوڑ کانفرنس میں منعقد سیمینار کے لئے لکھا جانے والا سب سے مبسوط مقالہ ہے جو کتابی شکل میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام مکتبہ ترجمان سے شائع ہوا ہے۔ شیخ نے اس میں کافی محنت کی ہے اس لئے کتاب جدید وقدیم مباحث کا بہترین مجموعہ ہے مگر کوشش کے باوجود میں اپنے اس موضوع سے متعلق کسی خاص نتیجے تک نہیں پہنچ سکا کہ مطلع کی تحدید کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے بالخصوص جس ملک کے مسائل کے پیش نظر یہ مقالے مطلوب

تھے اس کے متعلق آپ کی کوئی تجویز اس کتاب میں سامنے نہیں آئی کہ آخر اہل ہند اپنے مطلع کی تحدید کیسے کریں؟ ہاں آخر میں آپ نے جو خلاصہ مباحث پیش کیا ہے اس میں نمبر ۳۰/ کے تحت لکھتے ہیں کہ : ''مطلع کا اختلاف ایک ایسی شاہد اور ثابت شدہ چیز ہے کہ جس کا انکار صحیح نہیں ہے۔ اس کو کتب ہیئت میں مدلل بیان کیا گیا ہے''۔ (رویت ہلال اختلاف مطالع اور پورے عالم اسلام کی رویت میں وحدت کے شرعی امکانات ص ۳۰۸)

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں علم ہیئت سے استفادہ ایک بہتر طریقہ ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

مگر جس طرح دوٹوک فیصلہ انھوں نے رویت ہلال سے متعلق ماہرین فلکیات کے حسابات پر اعتماد کرنے کے سلسلے میں سنایا ہے اور شواہد سے ان کی غلطیاں ثابت کر کے ان کے فیصلوں کا محض ظن وقیاس کے درجے میں ہونا واضح کیا ہے اس طرح اس مسئلے میں نہیں کیا بلکہ اپنے قاری کو اقوال واقتباسات کے گرد سرگرداں چھوڑ دیا ہے حالانکہ قدیم وجدید دونوں پر نظر رکھنے کی وجہ سے کوئی واضح فیصلہ انہیں ضرور کرنا چاہیے تھا۔

مولانا ابوالعاص وحیدی صاحب پورے طور پر اس بات سے متفق نظر آتے ہیں کہ ہندوستان کا مطلع ایک ہے۔

ہمارے شیخ مولانا مقصود الحسن صاحب فیضی بھی جنھوں نے رویت ہلال کے مسئلے پر پاکوڑ کانفرنس میں ہونے والے سیمینار کے لئے مبسوط اور تحقیقی مقالہ لکھا تھا جو کتابی شکل میں ''رویت ہلال مشاہدہ یا نظام فلکیات پر اعتماد'' کے نام سے شائع ہے اس بات پر آمادہ نظر آتے ہیں کہ اس ضمن میں علم ہیئت سے مدد لی جائے اور مولانا عبدالرحمان صاحب کیلانی کی تحقیق پورے ہندوستان کے مطلع کے ایک ہونے کے متعلق پیش کر کے اسے تسلیم کر لینے کو ایک تجویز کے طور پر رکھتے ہیں، گویا اگر پورے ہندوستان کا مطلع ایک قرار دیا جائے تو ان کے نزدیک شرعی اعتبار سے اس کی گنجائش موجود ہے۔ (دیکھئے کتاب مذکور ص: ۶۴-۶۷)

اس سلسلے میں مولانا عبدالرحمان صاحب کیلانی رحمہ اللہ کی تحقیق کافی وقیع ہے کیونکہ ان کی نظر علوم فلکیات اور علم ہیئت پر بھی تھی جو ان کی کتاب ''**الشمس والقمر بحسبان** (اسلام کا نظام فلکیات)'' سے واضح ہے۔ ہم ذیل میں ان کی کتاب سے وہ اقتباس پیش کرتے ہیں جو مولانا مقصود الحسن صاحب فیضی نے بھی پیش فرمایا ہے :

مطلع کی حدود : اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علم ہیئت کی رو سے آس پاس کے علاقہ کی حدود کیا ہیں؟

اگر چاند بالکل ہمارے سر پر چمک رہا ہو تو اسے ہم ۹۰/ درجہ کے زاویہ کی بلندی قرار دیتے ہیں۔ یہ چاند سات دنوں میں مغربی افق سے نصف آسمان تک پہنچا ہے گویا یہ سات دن میں ۹۰/درجے کا فاصلہ طے کر کے آیا ہے، چونکہ ہر گول چیز کے ۳۶۰ْ قرار دیئے گئے ہیں، لہٰذا چاند کا آسمان پر درجوں کے حساب سے فاصلہ اور ہمارا زاویۂ نگاہ ایک ہی بات ہے۔

بالکل ایسے ہی صورتِ حال زمین کے درجاتِ طول بلد کی ہے۔ ایک طولِ بلد پر واقع تمام شہروں یا ملکوں کا چاند وسورج دونوں کے حساب سے مطلع ایک ہی ہوتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقام (پر ہلال ۱۸/درجے زاویہ بلندی پر مشاہدہ کیا گیا تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں :

۱- یہ ہلال سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ ۱۵/منٹ بعد غروب ہوگا اور شفق کی وجہ سے نماز مغرب کے بعد ہی نظر آسکتا ہے۔

۲- مغرب میں اس چاند کا مطلع غیر محدود ہے۔ اور مغربی

مقامات میں اس کا نظر آنا بہرحال یقینی ہے۔

۳۔ مشرق میں اس کا مطلع کی حد ۵/درجے مزید طول بلد مشرقی کا فاصلہ ہوگا۔ کیونکہ ۱۳/درجے کا چاند نظر نہیں آتا۔ ۵/درجے مشرق میں واقع مقام ب پر یہ چاند نظر آئے گا اور ۵/درجے طول بلد کا سیدھا شرقاً غرباً فاصلہ :

(ا) خطِ استوا پر ۵x۶۹½ میل ہوگا = ۳۴۶ میل سیدھا مشرق کو۔

(ب) خطِ جدی یا سرطان پر ۵x۶۷ = ۳۳۵ میل " " "

(ج) ۶۶½ درجے جدی یا خط سرطان پر تقریباً ۵x۴۶ = ۲۳۰ میل سیدھا مشرق کو ہوگا..

(د) ۶۶½ درجے کے اوپر کے مقامات پر، رویت ہلال پر ایک دم بہت زیادہ اثر پڑ جاتا ہے۔ یہی وہ فاصلہ ہے جسے ایک مطلع کی حد شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس میں وہ فاصلہ بھی شامل ہے جن لوگوں نے یہ نیا چاند دیکھ لیا ہے اور وہ فاصلہ بھی جہاں کے لوگ اسے دیکھ سکتے ہیں۔

مطلع کی حد کے متعلق آئمہ سلف کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن آج کل طول بلد کے تعین اور اس کے مطابق معیاری وقت کے تعین نے اس مسئلہ کو کافی حد تک حل کر دیا ہے۔ کئی اسلامی ممالک میں سارے ملک میں معیاری وقت ایک ہی ہوتا ہے خواہ اس کا فاصلہ ۱۵/طول بلد سے زیادہ ہو مثلاً شعودی عرب ۳۵/درجے سے ۵۶/درجے طول بلد شرقی یعنی ۲۱/درجے پر پھیلا ہوا ہے لیکن ملک بھر میں ان کا معیاری وقت ایک ہی ہے یعنی گرینچ ٹائم سے ۳/گھنٹے پہلے۔ رویت ہلال کے لئے حکومت کمیٹی مقرر کر دیتی ہے۔ جو شہادات کی توثیق کے بعد رویت ہلال کا اعلان کر دیتی ہے۔ اور اس کو پورے ملک کی رویت قرار دے دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت نے ملک بھر کے لئے ایک ہی مطلع قرار دے کر اختلاف کو ختم کر دیا ہے۔

ایسی ہی صورت حال بھارت میں ہے جس کا طول بلد ۷۰/تا ۸۹/یعنی ۱۹/درجے ہے۔ وہاں بھی ایک ہی معیاری وقت ہے اور وہاں کی رویت بھی ملک بھر کے لئے ایک ہی رویت ہے البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں مثلاً چین، روس اور کینیڈا۔ ان کے مختلف علاقوں میں معیاری وقت بھی الگ ہیں اور اسی طرح مطالع بھی۔ انتھی (کتاب مذکور ص ۶۵-۶۶)

مجھے اس بات کے امکانات پورے طور پر روشن نظر آتے ہیں کہ اگر علمائے اہل حدیث میں اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے علماء و باحثین کو جمع کیا جائے تو وہ ضرور کسی اطمینان بخش نتیجے تک پہنچ جائیں گے اور کچھ عجب نہیں کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک تسلیم کرنے پر متفق ہوجائیں اور جہاں تک رویت ہلال سے متعلق دیگر فروعات کا تعلق ہے تو ان میں علمائے اہل حدیث کے درمیان کچھ بڑا اختلاف نہیں ہے۔

- تقریباً سبھی لوگ اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ رویت ہلال کے متعلق اعتبار فقط بصری رویت کا ہے اس سلسلے میں نفی یا اثبات کسی میں فلکیاتی حسابات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
- رمضان کے چاند کی گواہی اگر ایک عادل شخص سے مل جائے تو اس پر رویت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔
- اگر شوال اور دیگر مہینوں کی گواہی دو عادل اشخاص کی طرف سے موصول ہوجائے تو اس پر رویت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔
- بھاری اکثریت اس بات کی قائل ہے غیم وصحو (آسمان صاف ہونے یا آسمان پر بادل ہونے) دونوں صورتوں میں

شہادت کا نصاب ایک ہی ہے ان میں تفریق کی کوئی دلیل نہیں ہے اور حالت صحو میں جم غفیر کی شرط نصوص کی تخصیص بلا مخصص ہے۔اس لئے درخور اعتنا نہیں۔

مسئلہ سواد اعظم کا :

بیشک شرعی طور پر مطلوب یہی ہے کہ پوری ملت اسلامیہ اپنے اپنے علاقے میں ایک ہی دن روزہ رکھے اور ایک ہی دن عید کرے مگر ہندوستان کی موجودہ صورت حال کا نقشہ کچھ دیوبندی علماء کی تحریروں کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں تاکہ آپ بھی اس کے امکانات کا جائزہ لے لیں :

قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی :

....جو آج پرابلم مسلمانوں میں پیدا ہو رہا ہے عید کے معاملہ میں، رمضان کے معاملہ میں اس کے پیچھے میں پورے اطمینان سے کہتا ہوں کہ نہ شریعت کا نقص ہے نہ حاملین شریعت کا نقص ہے بلکہ سمع وطاعت کا فقدان ہے اور شارع علیہ السلام کے حکیمانہ ارشاد پر قربان جایئے کہ انہوں نے ہر بات کو کس طرح دور فرمایا کہ صاحب شب قدر گذر گئی مولویوں نے ہماری شب قدر خراب کر دی، جب لوگوں نے یہ کہا تو اس وقت شارع حکیم کا وہ خطاب سامنے آیا ''**الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والأضحی یوم تضحون**'' ممکن ہے کہ واقعہ کے اعتبار سے چاند مطلع پر آ گیا ہو لیکن ثبوت رؤیت کے لئے جو معیار شریعت ہے وہ پورا نہیں ہونے کی وجہ سے علماء نے اس کا ثبوت تسلیم نہیں کیا ہو یا ممکن ہے کہ جن شہادات پر اعتماد انہوں نے کیا ہے جو معیار شریعت پر اترتی تھیں ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ غلطی بھی ہوئی ہو لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میاں ان جھگڑوں میں تم مت پڑنا جس دن تم نے افطار کیا وہی دن یوم افطار ہے تمہارے اجتماعی فیصلوں سے جس دن روزہ کا قرار پایا وہی دن روزہ کا آغاز ہے اور جس دن قربانی اور جس دن حج طے پایا وہی دن یوم حج ہے اور وہی دن یوم اضحیٰ ہے اس طرح اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر وہ پچھلی رات گزر گئی تو اب کبھی شب قدر آنے کا سوال ہی نہیں ہے، شب قدر کے جو فضائل ہیں یا اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ تم پریشانی میں مت پڑنا جس دن طے ہو جائے کہ اس دن شب قدر ہے اسی دن تم کو شب قدر کے تمام فضائل سے استفادہ ہوگا ان شاء اللہ اور اسی دن فطر اور اسی دن صوم اور اسی دن اضحیٰ اور اسی دن یعنی سارے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دی شارع حکیم نے، اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے دین پر ہم سب کو قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائے صلی اللہ علی سیدنا محمد۔

تو اسی لئے میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جو جھگڑے ہمارے یہاں کھڑے ہوتے ہیں وہ بات نہیں ماننے کا نتیجہ ہیں، شریعت کا کوئی نقص نہیں ہے....۔

....دوسرا اجتماع جس میں شریک رہا ہوں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کی تحریک پر حضرت حکیم الامت حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید میاں صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمہ اللہ دس بزرگوں کی طرف سے جن میں جہاں تک میری یادداشت ہے کہ ابھی دو صاحبان یعنی حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم یہ دو بزرگ ابھی موجود بھی ہیں اور ان آٹھ میں کئی کے بارے میں بتایا کہ وہ

گذر چکے ہیں ان حضرات کی طرف سے ایک اجتماع منعقد ہوا تھا ان کی دعوت پر اور وہ مسجد عبدالنبی میں ہوا اس میں ایک بڑی مضبوط تحریک مرتب کی گئی تھی سبھی شرکاء علماء کے اتفاق رائے سے جس میں پورے ہندوستان کا مطلع کو ایک تسلیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ ایک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی ایسی تشکیل پانی چاہئے جس کی برانچیز ان تمام صوبائی جماعتوں یا ذمہ داروں کو تسلیم کرنا چاہئے جو اپنی اپنی جگہ پر رؤیت ہلال کا اعلان کرتے آرہے ہیں پٹنہ میں اگر امارت شرعیہ اعلان کرتی ہے کلکتہ میں اگر زکریا مسجد کے امام اعلان کرتے ہیں تو ان سب کو ایک حصہ مانا جائے اس مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا اور ان میں سے اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ فیصلہ پوری آل انڈیا مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ تسلیم کیا جائے، یہ راستہ اختلاف کو دور کرنے کے لئے نکالا گیا تھا، بہت مفصل وہ تحریر ہے دلائل کے ساتھ ہے، **<u>بہر حال بد قسمتی ہماری یہ رہی کہ صاحب جامع مسجد میں مار پیٹ ہوگئی کہ میرا نام ریڈیو پر آئے کہ میرا نام ریڈیو پر آئے اس کی تفصیل میں میں کہاں جاؤں بہت افسوس ہوتا ہے لیکن ایک بہترین نظام جو طے کیا گیا تھا اور مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کو اس کا کنوینر بنایا گیا تھا وہ ایک بہترین صورت تھی امت کو متحد رکھ کر کے چلنے کی لیکن وہ ہمارے بزرگوں کی بڑی قیمتی کوشش اس طرح ضائع ہوگئی تو ہماری بد قسمتیوں کے جو بہت سے سلسلے ہیں ان میں سے ایک سلسلہ یہ بھی ہوا، لیکن اب پھر وہ انتشار روز بروز چونکہ عام رجحان منمانی ہونے لگا ہے اور ہوائے نفس کی اتباع جو ہونے لگا ہے تو پھر وہ جھگڑا کھڑا ہوتا ہے....</u>**

....کوئی ایسا سسٹم ابھاریں کہ جس سے خواہ مخواہ اسلام کی بدنامی ہوتی ہے وہ بند ہو یا پھر **لكل أهل بلد رؤيتهم** کہہ کر کے چھوڑ دیجئے، کوئی اعلان کسی کا، کوئی ریڈیو پر نہ ہونے پائے جس کو جہاں نظر آئے چاند دیکھیں نماز پڑھ لے یا روزہ رکھ لے اور نہ دیکھے نہ پڑھے، جیسا کہ ہم لوگوں کے بچپن میں ہوتا تھا کہ ہم اپنے گھر سے عید پڑھ کر جاتے تھے اپنی خالہ کے گھر بیس پچیس میل کی دوری پر تو وہاں دوسرے دن کی بھی عید کی نماز مل جاتی تھی بڑا مزہ آتا تھا کہ کل بھی عید منائی اور آج بھی عید منائی تو یہ رہنے دیجئے تاکہ امت جھگڑوں سے بچ جائے اور خونریزی کی نوبت نہ آئے اور ہتک عزت اور ہتک حرمت، مجھے اس وقت ایک بڑی اچھی یاد آتی ہے قطب بے نور کی مشہور بزرگ گزرے ہیں.... کے انہوں نے ایک بات یہ رکھی کہ <u>عجیب بات ہے کہ مستحبات ونوافل پر جنگ کی جاتی ہے اور محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، یہ ہمارا عام مزاج ہے کہ ہم بعض چھوٹی چھوٹی باتیں جن کی حیثیت مستحب کی ہوسکتی ہے آداب کی ہوسکتی ہے لیکن ارتکاب حرام میں عار نہیں آتی اور سنت ومستحب اور آداب کے نام پر ہم اڑتے ہیں یہ بڑی خطرناک بات ہے ہتک حرمت مسلم، قتال مسلم، جدال مسلم، سباب مومن فسق ہے آپ جانتے ہیں، سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر</u>،..... (رویت ہلال اور اختلاف مطالع کا مسئلہ : از صفحہ ۴۶۸ تا ۴۷۳)

مولانا ندیم الواجدی

ہندوستان میں رویت ہلال کا مسئلہ

ہندوستان میں رؤیت ہلال کا مسئلہ کافی زمانے سے حل طلب بنا ہوا ہے، ہر سال ملک کے کسی نہ کسی حصے میں یا تو لوگ باقی ملک سے پہلے رمضان کا آغاز کرتے ہیں یا بعد میں، اسی طرح عید منانے میں بھی یک جہتی باقی نہیں رہتی، کہیں ایک دن پہلے عید منائی جاتی ہے اور کسی جگہ ایک دن بعد، چند سال پہلے

ایک ہی صوبے کے دوحصوں میں الگ الگ دن عید منائی گئی، یہ واقعہ گجرات کا ہے جہاں ضلع بھروچ میں رویت کا فیصلہ ہوااور عیدمنائی گئی، جب کہ اسی صوبے کے شمالی شہروں کے مسلمانوں نے روزہ رکھا، اس مرتبہ تو حد ہی ہوگئی، شمالی ہند میں ۱۶/مئی کو چاند نظرنہیں آیا، البتہ جنوبی ہند کے تاملناڈو، کرناٹک اور آندھراپردیش کے بعض قصبوں اورشہروں میں چاندنظر آگیا، شرعی ضابطے کے مطابق خبر ملنے پر دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ علماء ہنداور امارت شرعیہ بہار نے چاند کا اعلان کردیا، اس اعلان کے بعد بہت سے شہروں کی ہلال کمیٹیوں نے اور جہاں ہلال کمیٹیاں نہیں ہیں وہاں کے مدارس نے یا ذمہ دار علماء نے بھی یہ اعلان کردیا کہ فلاں فلاں علاقوں میں چاندنظر آ گیا ہے اس لئے ۱۷/مئی کو پہلا روزہ ہوگا، ذرائع ابلاغ کی اس تیز رفتاری کے زمانے میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ملک کے سب طبقے اس رویت پر متفق ہوجاتے، کسی کو کچھ شک ہوتا یا کوئی تحقیق طلب بات ہوتی تو وہ فون، فیس بک، واٹس آپ وغیرہ کے ذریعے اپنا شک دوربھی کرسکتا تھا، اس کے بجائے بعض حلقوں کی طرف سے ضد اور ہٹ دھرمی کا رویّہ اپنایا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ چاند نظرنہیں آیا، پہلا روزہ ۱۸/مئی کو ہوگا، جن لوگوں نے دار العلوم دیوبندوغیرہ کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھ لیا تھا ان سے روزہ تک تڑوانے کی کوشش کی گئی، جنوبی ہندتو خیر متحد تھا لیکن شمالی ہند میں بڑی افراتفری رہی، ایک شہر میں روزہ تھا، برابر کے شہر یا قصبے کے مسلمان کھلے بندوں کھا پی رہے تھے، خبریں ایسی بھی ہیں کہ ایک ہی شہر یا قصبے میں کچھ لوگ روزہ سے تھے اور کچھ لوگ اس کی مخالفت کررہے تھے، ویسے تو ایک خاص مسلک کے لوگوں نے اس مسئلے کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا تھا لیکن کہیں کہیں دیوبندی مسلک کے لوگوں نے بھی احتیاط کا پہلو اختیارنہیں کیا، دیوبند سے پچیس تیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع جلال آباد کے مدرسے سے اعلان کیا گیا کہ وہ آگرہ کے مفتی صاحب کی اتباع کریں گے، آگرہ کے مفتی صاحب بھی دیوبندی مسلک کے ہیں، انھوں نے اعلان کردیا تھا کہ مطلع صاف ہے اس لئے مسئلہ صاف ہے، یعنی چاندنہیں ہوا، بہ ہر حال چاند کا مسئلہ نزاع میں تبدیل ہوگیا، ہزاروں لاکھوں مسلمان پہلی شب کی تراویح اور پہلے دن کے روزے سے محروم رہ گئے، اب آہستہ آہستہ وہ لوگ جنھوں نے پہلے دن رویت کی شہادت کواپنی انا کا مسئلہ بنالیا تھا واپس آرہے ہیں، عید آتے آتے شاید سب ہی لوگ یہ اعلان کردیں کہ پہلا روزہ جمعرات کا تھا، جنہوں نے نہیں رکھا وہ قضا کرلیں، دوسرے مسلک کے علماء کا رویہ حیرت انگیزنہیں ہے، حیرت دیوبندی مسلک کے علماء پر ہے کہ ان کے نزدیک دارالعلوم کے مفتیوں کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، کیا وہ یہ توقع کرتے ہیں کہ دارالعلوم کوئی غلط فیصلہ کرے گا، یا شہادت وغیرہ کے تقاضے پورے کئے بغیر اتنا بڑا اعلان کردے گا، آگرہ کے مفتی ہوں یا جلال آباد کے علماء انہیں کچھ توعقل وشعور ہونا ہی چاہئے، خود پرستی بڑی بیماری ہے، کم از کم اس طرح کے حساس اور نازک مسائل میں جن کا تعلق مسلمانوں کی اجتماعیت سے ہوخود پرستی کی بیماری سے دور رہنا بڑا ضروری ہے.....

.....ہمارے ملک میں مسلمانوں کی جو سیاسی صورت حال ہے اس نے اتحاد اور یکجہتی کے بہت سے مواقع ہماری دسترس سے دور کردیئے ہیں، ہر مکتب فکر کے لوگ اپنی بالادستی چاہتے ہیں، ایک مکتبہ فکر کے مختلف گروہ بھی ایک دوسرے کوآگے بڑھنے نہیں دینا چاہتے، اس صورت حال نے ہمارے اجتماعی سسٹم کو بری طرح متاثر کیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ رؤیت ہلال

کا مسئلہ جماعتی سطح سے بالاتر ہو کر حل کیا جائے....

(بشکریہ بصیرت فیچرس بروز بدھ ۲۳ رمئی ۲۰۱۸ء بعنوان: ہندوستان میں رویت ہلال کا مسئلہ)

محمد برہان الدین قاسمی :

ہندوستان میں ایک ملک ایک ہلال کمیٹی کیوں نہ ہو؟

امسال 2018 میں ہندوستان میں (ہلال کمیٹیوں کے آپسی اختلاف کی وجہ سے) رمضان المبارک کا آغاز مختلف علاقوں میں دو مختلف تاریخوں میں ہوا اور اندیشہ ہے کہ کہیں عید میں بھی اسی طرح کا اختلاف رونما نہ ہو۔ ممبئی اور اس کے متصل کچھ شہروں کے علاوہ بعض دو چار اور مقامات پر رمضان کا آغاز جمعہ یعنی 18 مئی سے ہوا جبکہ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک ہر طرف پورے ہندوستان میں لوگوں نے پہلا روزہ جمعرات یعنی 17 مئی کو رکھا۔

کیرالا کے علاوہ، جو عموما رویت ہلال کے مسئلے میں سعودی عرب پر انحصار کرتا آیا ہے، جنوبی ہند کی تین ریاستوں یعنی تمل ناڈو، کرناٹک اور تلنگانہ میں 16 مئی بروز بدھ رمضان کا چاند دیکھا گیا۔ اس کی بنیاد پر چینئی، بنگلور اور حیدرآباد کی ہلال کمیٹیوں نے 17 مئی بروز جمعرات سے رمضان کے آغاز کا اعلان کیا۔ ریاض، کابل اور پاکستان سے بھی یہی اعلان نشر ہوا تھا۔

ہندوستان کی دیگر ہلال کمیٹیوں نے بھی اپنے طور پر مطمئن ہونے کے بعد جنوبی ہند کی رویت کا اعتبار کرتے ہوئے اسی تاریخ سے رمضان کے آغاز کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ امارت شرعیہ بہار، جھاڑکھنڈ و اڑیسہ، جمعیۃ علمائے ہند اور جامع مسجد دہلی نیز ناخدا مسجد کولکاتا کی ہلال کمیٹیوں نے 17 مئی بروز جمعرات کو سنہ 1439 ہجری مطابق 2018 عیسوی کے رمضان کی پہلی تاریخ قرار دی۔

لیکن دیوبندی اور بریلوی دونوں مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی ممبئی کی ہلال کمیٹیوں نے جنوبی ہند کی ریاستوں کے اعلانات اور ان کی رویت وشہادت کو مسترد کرتے ہوئے 16 مئی کو یہ اعلان کیا کہ آج رمضان کا چاند نہیں دیکھا گیا ہے لہذا جمعہ 18 مئی 2018 سے رمضان کا آغاز ہوگا۔

دوسری طرف، ممبئی کے اہل حدیث طبقے نے دیوبندی و بریلوی دونوں ہلال کمیٹیوں کے اس فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے اپنے دہلی مرکز کے اعلان کے مطابق 17 جون، بروز جمعہ کو پہلا رمضان قرار دیا۔ چنانچہ اہل حدیث افراد اور دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ بعض لوگوں نے جن کے نزدیک سینٹرل ہلال کمیٹی، جامع مسجد ممبئی کا فیصلہ غیر اطمینان بخش تھا ہندوستان کی دیگر ہلال کمیٹیوں کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے جمعرات کو پہلا روزہ رکھا۔ اور اس طرح خود ممبئی میں مسلمان رمضان کے تعلق سے دو فریقوں میں تقسیم ہو گئے۔ زیادہ تر افراد نے جمعہ یعنی 18 سے روزہ رکھنا شروع کیا جبکہ اسی شہر میں بعض مسلمانوں نے ایک دن پہلے سے روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ صورت حال کیوں پیش آئی؟ اگر گواہاٹی، کولکاتا، پٹنہ، لکھنؤ اور دہلی جیسے نسبتاً دور دراز علاقوں میں واقع ہلال کمیٹیوں کے لیے چینئی، بنگلور اور حیدرآباد کی ہلال کمیٹیوں کا فیصلہ قابل قبول تھا تو جنوبی ہند کے ان شہروں سے محض چند سو کیلومیٹر کی دوری پر واقع ممبئی کی ہلال کمیٹیوں کو اسے قبول کرنے میں کیا دشواری تھی؟ اگر ممبئی کے علاوہ باقی ہندوستان والے چینئی کے مطلع پر نمودار ہونے والے چاند کو اپنا ہی چاند سمجھ رہے تھے تو ممبئی کی ہلال کمیٹیوں نے اس سے اختلاف کرتے

ہوئے ایک متضاد فیصلہ کیسے سنایا؟ کیا ان کمیٹیوں کے افراد میں مذہبی، علمی اور فلکیاتی امور میں اتنی مہارت تھی کہ وہ سب کے برخلاف اور بے دھڑک ایک ایسا فیصلہ سنادیں جس سے کروڑوں لوگ متاثر ہوتے ہوں؟ اپنے دفاع میں یہ حضرات یقینا کچھ نہ کچھ دلائل پیش کریں گے لیکن یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔ لوگ ابھی تک عید کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہیں کہ عید کب ہوگی اور اس معاملے میں انھیں کن کی بات ماننی چاہیے۔

صورت حال تشویشناک ہے۔ یہ ایک فوری توجہ طلب مسئلہ ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جلد از جلد اس کا پائیدار حل نکالیں۔ ایک مسئلے میں دو متضاد فیصلوں کے ساتھ ممبئی اور باقی ہندوستان دونوں بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتے۔ کسی ایک فریق کا فیصلہ ہی درست ہوسکتا ہے۔ دونوں کو بیک وقت درست قرار دینا عقل سلیم کے خلاف بات ہوگی۔

اگر ایک ہی شہر کے دو مسلم پڑوسیوں میں سے ایک کسی متعین تاریخ میں روزہ رکھے اور دوسرا اسی دن عید منائے تو یہ بہت ہی مضحکہ خیز بات ہوتی ہے۔ اس سے اسلامی وحدت واجتماعیت کا تصور بھی مجروح ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ رویت ہلال فقہ اسلامی کا کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ ہندوستانی فقہاء بہت پہلے اس سلسلے میں اپنا واضح موقف رکھ چکے ہیں۔

ہندوستان میں زیادہ تر مسلمان فقہی امور میں امام ابوحنیفہ کے پیرو ہیں اور فقہ حنفی میں کے مطابق ایک ملک کا مطلع ایک ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کیرالا یا چینئی میں چاند نظر آجائے تو پورے ملک کے لیے اس رویت کا اعتبار ہوگا۔ خود مرکزی ہلال کمیٹی، جامع مسجد ممبئی کے دستور کی دفعہ 12 میں بھی اس کی صراحت موجود ہے: "(الف) اختلاف مطالع معتبر ہے۔ (ب) ہمارے ملک ہندوستان کا مطلع ایک ہے"۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی نصوص یا فقہ میں اس حوالے سے کوئی تعقید یا پیچیدگی نہیں ہے۔ البتہ نصوص کی تفہیم وتشریح میں بعض افراد غلطی کر سکتے ہیں۔ آغاز رمضان کے تعلق سے پیدا ہونے والی اس ناخوشگوار صورت حال اور نتیجۃً ممبئی اور دہلی میں یوم عید کے تعین میں ممکنہ اختلاف کی اصل وجہ برسات میں اگنے والے خود رو پودوں کی طرح ہر ریاست اور ہر چھوٹے بڑے شہروں میں قائم ہونے والی ہلال کمیٹیاں ہیں۔ مثال کے طور پر بہار کے شہر کشن گنج میں واقع ہلال کمیٹی بہار کی راجدھانی پٹنہ میں موجود ہلال کمیٹی کے بر خلاف اعلان کرتی ہے۔ اسی طرح اپنی اپنی راجدھانیوں میں موجود ہلال کمیٹیوں کے علاوہ کرناٹک میں بھٹکل اور مہاراشٹر میں مالیگاؤں والوں نے اپنی الگ الگ ہلال کمیٹیاں قائم کر رکھی ہیں۔ ممبئی سے صرف 150 کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہونے کے باوجود پونے والوں کی اپنی ہلال کمیٹی ہے جس نے امسال ممبئی کے فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے باقی ملک کے ساتھ 17 جون سے روزے کا اعلان کیا۔

مسئلہ مختلف ہلال کمیٹیوں کے مابین تعاون باہمی اور اعتماد کے فقدان کا ہے۔ کچھ مسلم تنظیموں نے رویت ہلال جیسے خالص مذہبی معاملے کو بھی اپنے لئے سامان تشہیر بنا دیا ہے اور اس فراق میں رہتے ہیں کہ میڈیا اور سوشل گروپس کے توسط سے سب سے پہلے اپنی تنظیم یا ادارے کے لیٹر ہیڈ پر عوام کے نام چاند کے ہونے یا نہ ہونے کا پیغام نشر ہو۔

(بشکریہ قندیل ۱۵/جون ۲۰۱۸ء بعنوان: **ہندوستان میں ایک ملک ایک ہلال کمیٹی کیوں نہ ہو؟**)

شمس تبریز قاسمی :

ہندوستان میں رویت ہلال کا اختلاف: اسباب و وجوہات

ہندوستان میں رویت ہلال کا اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے، متعدد مرتبہ عید کی نماز اور رمضان کا چاند دیکھے جانے کے سلسلے میں اختلاف ہو چکا ہے، بریلوی اور دیوبندی مکتبہ فکر کے درمیان عموما یہ اختلاف ہوتا ہے لیکن اس مرتبہ دو مسلک کے ساتھ چند شہروں میں بھی اختلاف ہو گیا ہے، ایک تنظیم کی علاقائی یونٹ کا بھی آپس میں اختلاف ہے اور 23 رمضان گزر جانے کے باوجود اس اختلاف کا حل نہیں نکل سکا ہے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش سمیت ہندوستان کے بیشتر شہروں میں 17 مئی سے یکم رمضان المبارک ہے جبکہ عروس البلاد ممبئی اور ملک کے بریلوی مکتبہ فکر کے یہاں 18 مئی کو یکم رمضان المبارک تسلیم کیا گیا۔ رویت ہلال کا یہ اختلاف صرف روزہ کی ابتداء تک محدود نہیں رہ گیا ہے بلکہ عشروں کی تعیین، شب قدر کی تلاش، اعتکاف اور جمعۃ الوداع تک وسیع ہو گیا ہے۔ جن کے یہاں 18 مئی سے رمضان کی ابتدا ہوئی ہے ان کیلئے متفقہ طور پر 15 جون کو جمعۃ الوداع ہوگا لیکن 17 مئی سے روزہ رکھنے والے کیلئے 8 جون جمعۃ الوداع کیلئے زیادہ مناسب ہے کیوں کہ 29 کا چاند ہونے کی صورت میں 15 جون کا جمعہ یکم شوال یعنی عید کا دن ہو سکتا ہے۔

جہاں مسلم حکومت نہیں ہے وہاں مسلمانوں نے اپنے طور پر ہلال کمیٹی تشکیل دے رکھی ہے۔ موجودہ ہندوستان کی بھی صورت حال یہی ہے، یہاں ہر خطے اور مسلک کی الگ الگ رویت ہلال کمیٹی ہے۔ جو رویت ہلال کا اعلان کرتی ہے اور عموما رویت چاند کی تصدیق میں اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔

کیرلا اور بھٹکل کے علاوہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک مانا جاتا ہے، یعنی ایک شہر میں رویت کی تصدیق دوسرے شہر کی رویت کیلئے کافی ہے، یہی معمول بھی ہے اور عموما ہندوستان میں اسی پر عمل ہوتا آ رہا ہے لیکن سال رواں ایسا نہیں ہو سکا۔ دو مسلکوں کے درمیان رویت میں اختلاف رونما ہونے کے ساتھ ایک شہر کی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ بھی پورے ہندوستان سے مختلف ہے۔ ممبئی کی رویت ہلال کمیٹی کی اپنی دلیل ہے کہ ممبئی کا مطلع صاف تھا اس کے باوجود 16 مئی کو چاند نظر نہیں آیا اس بنیاد پر اس دن کی رویت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ امارت شرعیہ پٹنہ، جامع مسجد دہلی اور جمعیۃ علماء ہند سمیت دیگر تنظیمیوں کی رویت ہلال کمیٹیوں کی دلیل ہے کہ ہمارے شہر کا مطلع صاف نہیں تھا تاہم چننئی اور حیدر آباد جیسے شہروں میں چاند دیکھے جانے کی تصدیق ہوئی۔ اس لئے پورے ہندوستان کا مطلع ایک ہونے کی وجہ سے یہاں بھی 16 مئی کی رویت تسلیم کر لی گئی۔

سچائی یہی ہے کہ 16 مئی کو جنوبی ہند کے چند شہروں کے علاوہ ملک کے کسی بھی حصے میں چاند نظر نہیں آیا تھا، ملک کی متعدد رویت ہلال کمیٹیاں کشمکش کا شکار تھیں، معاملہ بہت زیادہ مشکوک تھا ایسے میں رویت ہلال کمیٹیوں کو فیصلہ لینے میں جلدی بازی سے گریز کرتے ہوئے دیگر کمیٹیوں سے رابطہ کرنا چاہیئے تھا، ان کی آراء جانے کی کوشش کی جانی چاہیئے تھی، لیکن ایسا نہیں ہو سکا، ملک کی ایک بڑی تنظیم کے زیر اہتمام قائم کل ہند امارت شرعیہ کے نظام نے جنوبی ہند کے فیصلہ کو قابل عمل ٹھہراتے ہوئے فورا رویت ہلال کا اعلان کر دیا، حالاں کی اسی تنظیم کی مالے گاؤں اور ممبئی یونٹ نے اس فیصلہ کو کالعدم قرار دیکر رویت ہلال کی تردید کرتے ہوئے 18 مئی سے رمضان کی شروعات تسلیم کی۔ ممبئی جامع مسجد کی رویت ہلال کمیٹی نے دو مرتبہ میٹنگ کرنے کے باوجود یہی فیصلہ کیا کہ "18 مئی سے ہی رمضان ہے، جنوبی ہند کی رویت ہمارے لئے قابل تقلید نہیں"۔ قابل غور پہلو یہ ہے کہ مذکورہ کمیٹیوں کا علماء کا متفقہ طور پر یہ بھی ماننا ہے کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک ہی ہے، ممبئی جامع مسجد کی رویت ہلال کمیٹی

کے دستور میں بھی یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ہندوستان کا مطلع ایک ہے۔ لیکن 16 مئی کی رویت کو ان لوگوں نے اس اصول کے مطابق کیوں تسلیم نہیں کیا اس سوال کا کمیٹی کے ذمہ داران کے پاس کوئی جواب نہیں ہے.....

....ہندوستان میں رویت ہلال کمیٹیوں کی ایک طویل فہرست ہے، چاند کی تصدیق کیلئے سبھی کا اپنا پیمانہ ہے لیکن کسی ایک کمیٹی کا دوسرے سے رابطہ نہیں ہوتا ہے، ان کے پاس جدید آلات اور دوربین کی سہولیات مہیا نہیں ہے، ماہرین فلکیات کی خدمات انہیں دستیاب نہیں ہیں۔ ہندوستانی محکمہ موسمیات سے بھی انہیں اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں مل پاتی ہے۔ یہ کمیٹیاں عموما 29 تاریخ کو چاند دیکھنے کی عوام سے اپیل کرتی ہیں اور جو عوامی شہادت ملتی ہے اسی کے مطابق اپنے لیٹر ہیڈ پر یہ لکھ کر سوشل میڈیا پر وائرل کر دیتی ہیں کہ" آج فلاں تاریخ کو فلاں مہینہ کا چاند دیکھا گیا ہے، کل فلاں ماہ کی پہلی تاریخ ہے" ہمارے ایک دوست کے مطابق عوام اور رویت ہلال کمیٹی کے درمیان فرق صرف اتنا رہ گیا ہے کہ ان کے پاس لیٹر ہیڈ ہے اور عوام کے پاس نہیں ہے....

.... بہر حال رمضان المبارک 2018 رویت ہلال کے اختلاف کیلئے خصوصیت کے ساتھ یاد رکھا جائے گا۔

(بشکریہ ملت ٹائمز ۹/جون ۲۰۱۸ء بعنوان : **ہندوستان میں رویت ہلال کا اختلاف: اسباب ووجوہات**)

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی :

ہر ملک کا ایک چاند تو ہندوستان میں دو کیوں؟

امسال ہندوستان کے صوبہ آندھرا پردیش اور کرناٹک کے مختلف علاقوں میں رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت عام ہوئی، یعنی وہاں پر بہت بڑی تعداد نے چاند دیکھا۔ مشہور عالمی دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ ہندوستان کی مختلف رؤیت ہلال کمیٹیوں نے اِن علاقوں کی عام رؤیت کو تسلیم کرکے جمعرات ۱۷ مئی سے رمضان کی ابتدا کا اعلان کیا، جبکہ دیگر علماء نے اختلاف مطلع (چاند کے طلوع ہونے کی جگہ) کہہ کر اس کو تسلیم نہیں کیا حالانکہ آج تک اِس کی تحدید نہیں ہوسکی کہ دنیا میں کہاں اور کس جگہ سے مطلع مختلف ہوتا ہے اور اس کا کیا معیار اور شرائط ہیں۔ ۷ خلیجی ممالک، ۲۲ عرب ممالک اور ۵۷ مسلم ممالک میں آج بھی حکومت کی جانب سے اعلان کے بعد ایک ہی دن سے رمضان شروع ہوکر ایک ہی دن عید الفطر ہوتی ہے خواہ وہاں چاند ایک جگہ نظر آئے یا متعدد جگہ۔ سعودی عرب کا رقبہ تقریباً ہندوستان کے برابر ہے، ایک جگہ رؤیت ہونے پر پورے سعودی عرب کے لیے اعلان کردیا جاتا ہے۔ دیگر خلیجی ممالک میں بھی سعودی عرب کے اعلان کو عمومی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے.....

....ہندوستان میں مسلمان اچھی خاصی تعداد میں ہیں حتی کہ کسی ایک عرب ملک میں بھی اتنے مسلمان موجود نہیں ہیں جتنے مسلمان ہندوستان میں رہتے ہیں۔ نیز مدارس عربیہ کے بڑے نیٹ ورک کی وجہ سے وہاں کی چاند کی کمیٹیاں ایسی پوزیشن میں ہیں کہ چاند کے نظر آنے یا نظر نہ آنے پر اعلان کریں اور لوگ اس پر عمل کریں۔ اس لیے ہندوستان میں سعودی عرب کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق خود چاند دیکھنے اور اُس کے مطابق عبادت کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مگر دشواری یہ آتی ہے کہ ہندوستان میں دو بڑے مکاتب فکر میں سے ایک مکتب فکر ہندوستان کے ایک علاقہ میں رؤیت ہلال کی شہادت دوسرے علاقہ کے لیے قبول نہیں کرتا ہے....

.....بعد کے علماء احناف نے وضاحت کی کہ دور کے ملکوں کی رؤیت کو تو تسلیم نہ کیا جائے، البتہ قریبی ممالک کی رؤیت کو تسلیم کیا جائے گا۔ مذکورہ بالا فقہ حنفی کی وہ کتابیں ہیں جنہیں ہندوستان میں دیوبندی اور بریلوی تمام علماء کرام پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور انہی کتابوں کو بنیاد بنا کر فتاوی دیتے ہیں۔ بلاد قریبہ اور بلاد بعیدہ کی تفریق کا معیار اگرچہ اِن کتابوں میں مذکور نہیں ہے لیکن علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو ممالک اتنے دور ہوں کہ ان کے اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے پر دو دن کا فرق پڑ جائے وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا، یعنی ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کی رؤیت کے لیے کافی نہ ہوگی۔ اپنے آپ کو حنفی ہونے کا دعوی کرنے کے بعد چاند کے مسئلہ میں ہر شہر یا ہر علاقہ کی الگ الگ رؤیت کو لازم قرار دینا قابل اعتراض ہے۔

(بشکریہ بصیرت فیچرس بروز سنیچر ۹ رجون ۲۰۱۸ء بعنوان: **ہر ملک کا ایک چاند تو ہندوستان میں دو کیوں؟**)

رہے بریلوی حضرات تو وہ تو دیوبندیوں کو بھی کم کم ہی مسلمان سمجھتے ہیں مگر ممکن ہے حنفیت میں اشتراک کی وجہ سے ان کے لئے کچھ نرم گوشہ بھی تلاش کرلیا جائے مگر اہل حدیث تو شاید ان کی نگاہوں میں پکے پکے ہی کافر ہیں اس لئے ان کی رویت کا اعتبار وہاں کہاں ہوسکتا ہے اور جب ادھر ایسا ہے تو ادھر بھی بہت سے لوگ جیسے کو تیسا والے نظریے کے قائل ہیں۔ یہ تو معاملے کا ایک پہلو ہوا مگر ان کے اندرون خانہ بھی سب ٹھیک نہیں ہے، امسال بھی ممبئ کی ایک بریلوی رویت ہلال کمیٹی نے چتل درگہ سے شہادت لا کر ۱۷ رمئی سے رمضان المبارک کی ابتدا کا اعلان کیا تھا، گجرات کی سنی ہلال کمیٹی کے فیصلے کے خلاف وہاں بھی متعدد مساجد کے بریلوی ائمہ اور ذمہ داران نے اپنا رمضان الگ شروع کیا تھا، جس پر وہاں کی رویت ہلال کمیٹی کے سربراہ کا گرما گرم بیان ویڈیو پر وائرل ہوا تھا جس میں جناب نے ممبئ کی سنی ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی بھی خبر لی تھی اور یہ بتایا تھا کہ وہ لوگ ہمیشہ گجرات کی شہادت کی توثیق کے لئے اپنا آدمی وہاں روانہ کیا کرتے تھے مگر امسال انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

کچھ باتیں اپنے گھر کی :

ادھر کا حال بھی کچھ مثالی نہیں ہے کیونکہ یہاں بھی خون لال اور لہو گرم ہے، سب کے جذبات واحساسات اپنی اپنی عقل کے تابع ہیں، شریعت اپنے آباء واجداد کی ہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

ویسے بھی یہاں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہی رہا ہے اور کبھی بھی بند نہیں ہوا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اجتہاد کی شرائط کتابوں میں چاہے جو کچھ بھی درج ہوں مگر عملی طور پر ہر آدمی اس کے لئے آزاد ہے اور بعض لوگ کسی بھی معقول یا غیر معقول بات کو بہ دلیل یا بلا دلیل مان لینے کو ہی تقلید سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہاں معاملہ کچھ کم گمبھیر نہیں ہے۔

رمضان کا چاند جنوبی ہند میں واضح طور پر نظر آیا بعض علاقوں میں عام رویت ہوئی، ادھر گجرات کے بھج میں بھی متعدد لوگوں نے اور مختلف مسلک والوں نے چاند دیکھا، گویا مشرق ومغرب دونوں جہت میں رویت متحقق ہوئی کسی کے لئے کوئی اشکال اور عذر باقی نہیں رہا تھا ملک کے کئی بڑے دیوبندی اداروں نے جو اپنے حلقے میں مرجعی حیثیت کے مالک ہیں رویت کا اعلان کیا، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ نے بھی شرعی تقاضوں کے مطابق اعلان کیا، متفقہ طور پر سب کو روزہ رکھنا چاہیے تھا مگر کچھ لوگوں نے اپنے علم کے مطابق شرعی تقاضا سمجھ کر اسے تسلیم نہیں کیا بعد میں احساس ہوا تو انھوں نے رجوع کرلیا اور **الرجوع إلى الحق فضيلة وخير من التمادي في الباطل** کے مطابق بڑا اچھا کیا مگر کچھ لوگوں نے

مسلک اختلاف وشقاق کی پیروی کرتے ہوئے اور اپنی انا کی تسکین کے لئے بھی اختلاف کیا اور حق کے واضح ہوجانے کے باوجود اپنی روش پر اڑے رہے، نہ شرمندہ ہوئے نہ جھجکے، لوگوں کا روزہ تڑوانے کا عذاب بھی اپنے سر لے کر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے، صرف اس لئے کہ ہم لوگوں کی نگاہوں میں بے باک اور اڑیل مخالف اور حریف ثابت ہوئے، خیر یہ مسلک بھی قدیم ہے اور کسی لاعلاج مزمن بیماری کی طرح ہے اِلا ماشاء اللہ، لہٰذا کم از کم ہمارے معاشرے میں جو کسی آہنی سیادت وقیادت سے خالی ہے ایسے لوگوں کو جھیلنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے، بس غم ان لوگوں کا ہے جو ان سے متاثر ہوجاتے ہیں اور سادہ لوحی میں مارے جاتے ہیں اور ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسے جاتے ہیں۔

اور ہمارے معاشرے کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ اکثریت ہر مسئلے ہر موضوع اور ہر فن میں رائے زنی کرنا اپنا پیدائشی اور جمہوری حق سمجھتی ہے، اور بے اصولی ہی کو سب سے بڑا اصول مانتی ہے جس سے بہت سے بکھیڑے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور بہت سی الجھنیں پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر ہر موضوع کو اس کے متخصصین و ماہرین کے لئے چھوڑ دیا جائے اور ہر آدمی اپنی حیثیت پہچان کر اپنی حد میں رہے تو ڈھیر ساری الجھنوں اور المیوں سے بچا جاسکتا ہے۔ مگر افسوس کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا ہے جس کا خمیازہ پوری امت کو بھگتنا پڑتا ہے۔ جبکہ معاشرتی اصولوں کی ایسی دقیق ضابطہ بندی کہیں اور نہیں پائی جاتی جیسی اسلام میں پائی جاتی ہے۔

عید کا چاند بھی امتحان بن کر ہی نمودار رہا :

پھر رمضان کی انتیس تاریخ آگئی، اکثر لوگوں کی زبان پر یہی تھا کہ آج چاند کا امکان نہیں ہے، جن لوگوں کا اٹھائیسواں روزہ تھا وہ تو خیر پہلے ہی سے یہ طے کئے بیٹھے تھے کہ آج چاند نہیں ہوگا مگر جن کا ۲۹؍روزہ ہوگیا تھا ان میں سے بھی اکثریت اس بات کی خواہاں تھی کہ آج چاند نہ ہو۔ وہ ہلال کمیٹیاں جو سترہ مئی ۲۰۱۸ء کو رمضان کی ابتدا کا اعلان کرچکی تھیں ان کا بھی رویہ عجیب وغریب تھا، عشاء کے بعد ہی ساڑھے نو اور دس بجتے بجتے سبھی اپنا اپنا دفتر بند کرکے جاچکے تھے، بعض لوگوں کا اعلان بھی عجیب وغریب تھا کہ ہمیں ہر جگہ سے عدم رویت کی شہادت موصول ہوئی اس لئے عید جمعہ کی بجائے سنیچر کو ہوگی اور جمعہ کو تیس رمضان ہوگا۔ سوال اس بات کا ہے کہ آخر ساری امت مسلمہ کی طرف سے عدم رویت کی شہادت کا اختیار کس کو ہے، ہاں یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے بڑی کوشش کی مگر پورے ملک سے ہمیں رویت کی شہادت کہیں سے فراہم نہیں ہوسکی اس لئے عید کل نہیں پرسوں ہوگی۔ مگر یہ کہنا کہ ہمیں پورے ملک سے عدم رویت کی شہادت موصول ہوئی ہے اپنی حدوں سے تجاوز ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اتر پردیش کے مختلف علاقوں میں چاند کی رویت متحقق ہوئی، لکھنو میں صوبائی جمعیت اہل حدیث کے فرزند اور ان کے ساتھ ایک اور لڑکے نے چاند دیکھا، املو میں متعدد لوگوں نے چاند دیکھا، ناظم صاحب کے بلرام پور کے ایک پروفیسر صاحب اور ان کے گھر کے متعدد افراد اور گاؤں کے دیگر لوگوں نے بھی چاند دیکھا۔ مقامی طور پر شہادتیں لی گئیں اور ضابطے کی تکمیل کی گئی، مبارکپور میں دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مدرسے احیاء العلوم کی طرف سے اعلان ہوگیا، اور وہاں دیوبندی اور اہل حدیث سب لوگوں نے متفقہ طور پر عید کی نماز پڑھی، مبینہ طور پر وہاں کا مطلع بھی ابر آلود تھا۔ جامعۃ الفلاح بلریا گنج کے شیخ الحدیث مولانا طاہر مدنی صاحب کا بھی ضابطے کے مطابق

شہادت ہونے اور دوسرے دن اپنے اور اپنے رفقاء کے روزہ توڑنے کا اعلان ان کے لیٹر پیڈ پر شائع ہوا۔صوبائی جمعیت اہل حدیث اتر پردیش کے امیر کی طرف سے بھی اعلان ہوا، ضلعی جمعیت اہل حدیث سدھارتھ نگر نے بھی رویت ہلال کی خبر کو تسلیم کر کے اس کا اعلان کیا اور ایک روزہ قضا کرنے کا بھی اعلان کیا اتر پردیش کے دیگر علاقوں سے رویت کی خبر مشتہر ہوئی۔ گجرات بھروچ کی ایک بستی میں بھی چاند دیکھا گیا، وہاں کے دیوبندی مدرسے نے رویت ہلال اور جمعہ کی عید کا اعلان کیا، سورت شہر میں دیوبندی جماعت کی طرف سے رویت کا اعلان عام ہوا، صوبائی جمعیت اہل حدیث گجرات کی جانب سے بھی مولانا محمد شعیب جونا گڑھی صاحب نے جمعہ کی عید کا اعلان کیا۔ یوپی میں صاف صاف یہ بتایا گیا کہ مطلع ابر آلود تھا اس لئے احناف کے پاس بھی یہ عذر نہیں تھا کہ جم غفیر کی شہادت نہیں ہوئی، جبکہ اس قدر کثرت سے لوگوں نے متعدد علاقوں میں جو ایک دوسرے سے کافی دور دور واقع تھے چاند دیکھا کہ اس سے ظن غالب کیا یقین کے حصول میں بھی کوئی شبہ نہیں تھا مگر اللہ جانے کہ ہلال کمیٹیوں نے کیوں ان شہادتوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا؟ حالانکہ ان کے رد کئے جانے کی کوئی معقول شرعی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ ادھر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر نگرانی قائم رویت ہلال کمیٹی نے بھی وہی رویہ اپنایا جو دیگر دیوبندی مکتب فکر کی عام کمیٹیوں نے اپنایا تھا جیسے ان کا ایک نکاتی طے شدہ ایجنڈا پہلے ہی سے یہ مقرر ہو گیا ہو کہ چاہے جو بھی ہو جائے ہمیں جمعہ کو عید نہیں کرنی ہے، جس کے لئے انہیں اب بھی غور وتدبر کی ضرورت ہے اور آئندہ کے لئے انہیں کوئی ٹھوس لائحہ عمل بنانا چاہئے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر مولانا عبدالسلام صاحب سلفی اپنے رفقاء کے ساتھ ان تمام مقامات کے ذمہ داروں سے رابطے کے لئے کوشاں رہے جہاں جہاں سے رویت کی خبر موصول ہو رہی تھی اور جن لوگوں سے رابطہ ہو سکا ان سے مسلسل گفتگو ہوتی رہی یہ دیکھا جاتا رہا کہ وہ کب تک شہادتوں کی توثیق رسمی طور پر کر دیتے ہیں، راقم الحروف نے بھی متعدد لوگوں سے رابطہ کیا اور جب مختلف جہات سے رسمی طور پر توثیق بلکہ رویت ہلال کے متحقق ہونے کا اعلان ہو گیا تو پھر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران پر یہ شرعی تقاضا عائد ہو گیا کہ وہ بھی رویت ہلال اور جمعہ کی عید کا اعلان کر دیں مگر سوال یہ تھا کہ کیا جماعت کی اکثریت شرعی احکام کی پابندی کے لئے آمادہ اور مستعد ہے جبکہ بہت سے لوگوں کے فون اس مضمون کے آ رہے تھے کہ ابھی لوگوں کی تیاری نامکمل ہے، گوشت کی دکانیں بند ہیں، انتظامات میں دشواری ہوگی، وغیرہ وغیرہ اور یہ باتیں کہنے والی صرف عام پبلک نہیں تھی بلکہ وہ لوگ بھی ان میں شامل تھے جن کا شمار اہل علم میں ہے جو دینی مدارس کے فارغ التحصیل ہیں، ایک مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ کہ سنت ہی تو ہے اگر ایک دن آگے بڑھا دیں گے تو کیا فرق پڑ جائے گا؟ اور ایک دوسرے مولوی صاحب نے امیر صوبائی جمعیت کو مشورہ دیا کہ عید جمعہ کی بجائے سنیچر ہی کو رکھیں اگر شرعی طور پر اس کی گنجائش ہو، حالانکہ ان کے علاقے میں کسی فتنے کا بھی اندیشہ نہیں تھا۔ ذمہ داران جمعیت نے ممبئی کے متعدد علماء سے جن کی تحقیق پر اعتماد کیا جا سکتا ہے مشورہ کیا اور شرعی استفسار بھی کہ آیا اس بات کی گنجائش ہے کہ رویت ہلال کے متحقق ہونے کے بعد روزہ تو جمعہ کو نہ رکھا جائے مگر عید سنیچر کو پڑھی جائے؟ مگر ہر طرف سے جواب یہی ملا کہ اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، شرعی اعتبار سے بلا عذر عید کو اس کے مقررہ وقت سے

موخر کرنا جائز نہیں ہے، پھر مختلف مساجد کے ذمہ داروں سے جس حدتک ممکن ہوسکا اس بات کا جائزہ لیا گیا کہ جمعہ کے دن عید کے اعلان پر اندرونی یا بیرونی طور پر کسی شر یا فتنے کا اندیشہ تو نہیں ہے، اس سے کوئی بڑا مفسدہ تو نہیں پیدا ہوجائے گا، اکثریت کی رائے یہی تھی کہ بیرونی طور پر تو کوئی اندیشہ نہیں کیونکہ لوگ یہاں جماعت اہل حدیث کو ایک مستقل اکائی کی حیثیت سے تسلیم کر چکے ہیں اور یہ بھی ذہن بنا ہوا ہے کہ جب انھوں نے روزہ پہلے شروع کیا ہے تو عید بھی پہلے کر سکتے ہیں۔ مگر اندرونی طور پر کچھ لوگ جمعیت کے خلاف مسلسل شر انگیزی کر رہے ہیں اور فتنوں کو ہوا دینے کی کوشش میں ہیں وہ ہر حال میں مخالفت کریں گے چاہے جو بھی فیصلہ لیا جائے، اور عوام میں کچھ چہ میگوئیاں ہوسکتی ہیں مگر کسی بڑے اختلاف کا خدشہ نہیں ہے، ان سب حالات کا جائزہ لینے میں کافی تاخیر ہوگئی، پھر دو بجے شب میں جملہ حاضرین کے اتفاق سے امیر جمعیت نے جمعہ کے دن عید کا اعلان کرادیا۔ اور مقام افسوس ہے کہ ردعمل خلاف توقع آیا، ایک قدیم مسجد کے ذمہ داروں نے باقاعدہ اعلان کردیا کہ وہ لوگ عید سنیچر کو پڑھیں گے یہ دیکھ کر متعدد مساجد کے ذمہ داروں کو حوصلہ ملا اور انھوں نے بھی انہیں کی پیروی کو ترجیح دی، یہ بھی خبر لگی کہ کچھ علماء باقاعدہ لوگوں کو جمعہ کے دن عید کرنے سے روک رہے ہیں، جن لوگوں کی تیاریاں نامکمل تھیں انھوں نے بھی جابجا ہنگامہ کیا اور لگتا تھا کہ جس شر سے بچنے کے لئے اتنے تامل سے کام لیا گیا تھا وہی شر بڑے پیمانے پر پھیل سکتا ہے کیونکہ اس وقت شریعت سے زیادہ لوگوں کو اپنے اپنے جذبات اور احساسات اور گھریلو حالات وظروف کی زیادہ فکر ہے، لہٰذا صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داروں کو فوری طور پر اپنا فیصلہ بدلنا پڑا اور مشہور شرعی اصول مفسدۂ صغری سے مفسدۂ کبری کو ٹالا جائے، **اخف الضررین** کا لحاظ کیا جائے اور **أهون البليتين** کو اختیار کیا جائے کے پیش نظر جمعہ کو روزہ نہ رکھنے اور سنیچر کو عید پڑھنے کا اعلان کرنا پڑا جس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، پھر بھی اگر یہ علماء کے نزدیک شرعی طور پر غلط فیصلہ تھا تو وضاحت کریں رجوع کا دروازہ کھلا ہے۔

اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ اگر کوئی ایسا مرحلہ آجائے کہ مرکزی نظام کسی وجہ سے اپنا کام نہ انجام دے سکے اور کوئی ہنگامی صورت حال پیدا ہوجائے تو کیا ریاستی اور ضلعی سطح پر سکوت اختیار کرلیا جائے؟ یا جس حدتک ممکن ہو شریعت کا نفاذ کرنا اور جماعتی نظام اور اتحاد و شیرازے کو مجتمع کرنا مقامی علماء اور تنظیموں کی ذمہ داریوں کے دائرے میں آتا ہے؟۔ جہاں تک میری معلومات اور مطالعہ ہے، میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کام ہر علاقے کی تنظیمی وجماعتی اکائی اور علماء کے فرائض میں داخل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک آخری سوال یہ ہے کہ آئندہ اس طرح کے حالات سے بچنے کے لئے کیا کیا جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ مرکزی سطح پر اس کے لئے کوئی محکم اور مضبوط نظام بنایا جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو ریاستی سطح پر یا ضلعی ومقامی سطح پر اور جس حدتک ہوسکے اس سلسلے میں عوام کو شرعی احکام سے آگاہ کیا جائے، ائمہ مساجد کو تربیت دی جائے اور ان کے ذریعہ پبلک کی ذہن سازی کی جائے۔ پھر اس بات کا بھی جائزہ لیا جائے اور نظام بنایا جائے کہ ہم شرعی طور پر ملت کی دیگر اکائیوں کے ساتھ کہاں کہاں چل سکتے ہیں اور کہاں نہیں چل سکتے؟ جیسا کہ انھوں نے اپنے اپنے دائرے میں یہ نظام بنا رکھا ہے اور اس سلسلے میں فیصلے کر رکھے ہیں۔

❖ ❖ ❖

معاشرتی مسائل

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

صلہ رحمی اور رشتہ داریاں نبھانے کا حکم دین کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ہے، قرآن کی مکی سورتوں میں صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم کثرت سے آیا ہے، نبی ﷺ نے اپنی مکی زندگی میں دین کے جن چنندہ بنیادی امور کی دعوت دی ان میں سے ایک صلہ رحمی تھا۔

اللہ کے نبی ﷺ کے جلیل القدر صحابی عمرو ابن عبسہ سابقین واولین صحابہ میں سے ہیں، انہوں نے مکہ کے شروعاتی دور میں اللہ کے نبی ﷺ سے ملاقات کی اور اللہ کے نبی ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، بعض روایات کے مطابق یہ اسلام قبول کرنے والے چوتھے ایسے شخص تھے جنہوں نے نبی ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کے بعد اپنے اسلام کا اظہار کیا۔

عمرو ابن عبسہ نے جب اللہ کے نبی ﷺ سے ملاقات کی تو سوال کیا ''ما أنت؟'' (آپ کیا ہیں؟) نبی ﷺ نے جواب دیا ''انا نبی'' (میں نبی ہوں) عمرو ابن عبسہ نے پوچھا ''وما نبی؟'' (نبی کیا ہوتا ہے؟) نبی ﷺ نے بتایا ''ارسلنی اللہ'' (مجھے اللہ نے بھیجا ہے؟) عمرو ابن عبسہ نے پھر دریافت کیا ''وبای شیئ ارسلک؟'' (اللہ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟) تو نبی ﷺ نے فرمایا:

''بصلة الارحام ، كسر الاوثان وان يوحد الله ولا يشرك به شيئا''

(اللہ نے مجھے رشتے جوڑنے، بتوں کو توڑنے کی تعلیم دے کر دنیا میں بھیجا ہے اور یہ کہ اکیلے اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔)

نبی ﷺ کی تعلیمات میں صلہ رحمی پر زور اس قدر تھا کہ جب ابوسفیان شام میں قیصر کے دربار میں حاضر کیے گئے اور ان سے قیصر نے سوال کیا کہ نبی تم کو کس چیز کا حکم دیتا ہے تو ابوسفیان نے نبی ﷺ کی تعلیمات کا جو خلاصہ بیان کیا وہ تھا:

يقول: اعبدوا الله وحده ولا تشركوا به شيئا واتركواما يقول آباؤكم ويأمرنا بالصلاة والصدق والعفاف والصلة.

کہ (نبی ﷺ) کہتا ہے، ایک اکیلے اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کہتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دو، اور ہم کو نماز کا، سچائی کا، پاکدامنی کا اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (بخاری)

عرب معاشرے میں صلہ رحمی کو اعلیٰ نیکی اور بڑا فضیلت کا کام تصور کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ پر جب وحی کا نزول ہوا اور اللہ کے نبی ﷺ گھبرائے ہوئے گھر لوٹے تو نبی ﷺ کو اپنی جان کا خدشہ ہونے لگا، اس وقت ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ کے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ.

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رنجیدہ نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں،

محتاجوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی میز بانی کرتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں۔(بخاری:3)

نبی ﷺ کی ساری خوبیوں میں حضرت خدیجہ کا سب سے پہلے صلہ رحمی کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عرب معاشرے میں صلہ رحمی کو خیر کے کاموں میں کتنا بڑا مقام حاصل تھا۔

اللہ کے نبی ﷺ رشتوں کو یاد رکھنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں کس قدر حساس تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ کو وصیت کی عنقریب مصر کی زمین تم فتح کروگے تو جب مصر فتح کرنا تو مصر والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کیونکہ ان کے ساتھ ہمارا خاندان اور سسرال کا رشتہ ہے۔

مصر والوں کے ساتھ اللہ کے نبی ﷺ کا کس طرح کا خاندانی رشتہ تھا؟ اللہ کے نبی ﷺ کا سلسلہ نسب کئی پشتوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے، حضرت ابراہیم کا پہلا نکاح حضرت سارہ سے ہوا اور دوسرا نکاح حضرت ھاجر سے،، حضرت ھاجر کا تعلق مصر کے مشہور قبطی خاندان سے تھا، حضرت ھاجر کے بطن سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں بسایا اور پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کے نسل میں اللہ کے نبی ﷺ کی پیدائش ہوئی، اس طرح حضرت ھاجر اللہ کے نبی ﷺ کی دادی تھیں، جن کا تعلق مصر سے تھا، لہٰذا اہل مصر اللہ کے نبی ﷺ کے دادی کے خاندان سے تھے۔

اہل مصر کے ساتھ سسرال کا رشتہ اس طرح سے تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی والدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بھی مصر کے مشہور خاندان قبط سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اہل مصر کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا برتاؤ کریں کہ ان کے ساتھ خاندان اور سسرال دونوں طرح کی رشتہ داریاں ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ ہی نہیں اللہ کے نبی ﷺ کی رشتہ داریوں کا لحاظ صحابہ کرام بھی کیا کرتے تھے۔ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنوالمصطلق قبیلے کے سردار کی بیٹی تھیں، قوم میں ان کا مقام اور مرتبہ بہت بلند تھا، جب اللہ کے نبی ﷺ نے بنوالمصطلق کو فتح کیا تو دیگر لوگوں کے ساتھ یہ بھی قید کی گئی اور حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں، انہوں حضرت ثابت سے مکاتبت کرالی یعنی پیسے ادا کر کے آزاد ہونے کا معاہدہ کرلیا، مکاتبت کے سلسلے میں جب انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے ملاقات کی تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کرنے کی پیشکش کی جس کو انہوں نے خوش دلی سے قبول کرلیا، جب اللہ کے نبی ﷺ حضرت جویریہ سے شادی کرلی تو بنوالمصطلق کے لوگ اللہ کے نبی ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہوگئے، صحابہ کو یہ بات ناگوار گزری کی نبی ﷺ کے سسرال والوں کو غلام بنا کر رکھا جائے اور صحابہ نے بنوالمصطلق کے سارے غلاموں کو آزاد کردیا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے کسی عورت کو اپنی قوم کے لیے حضرت جویریہ سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا کہ ان کے نبی ﷺ کے نکاح کی وجہ سے بنوالمصطلق کے سو (۱۰۰) لوگوں غلامی کے طوق سے آزادی نصیب ہوئی۔(الحاکم (4/26))

اسلام میں اللہ اور اس کے رسول کے بعد ایک انسان پر سب سے زیادہ حق اس کے رشتہ داروں کا ہے، ان رشتہ داروں کے الگ الگ مراتب ہیں۔ اور ہر رشتہ دار کے ساتھ اس کے مرتبے کے لحاظ سے حسن سلوک کرنا واجب ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کے فورا بعد والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ

ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا.

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں، (غلام کنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔(النساء:36)

مسند ابویعلیٰ میں مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان۔ اس شخص نے پوچھا ایمان کے بعد کون سا عمل تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: رشتے نبھانا، پوچھا اس کے بعد کون سا عمل تو فرمایا:''امر بالمعروف و نهى عن المنكر''

اس شخص نے دوبارہ سوال کیا کہ اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل ناپسند ہے تو فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ اس نے پوچھا شرک کے بعد کون سا عمل تو فرمایا: رشتے توڑنا، اس نے پوچھا اس کے بعد تو فرمایا: برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے روکنا۔(مسند ابو یعلیٰ :6839)

جنت ایک ایمان والے بندے کا مطلوب و مقصود ہے اور رشتے نبھانا ان اعمال میں سے ہے جو بندے کو جنت تک لے جاتے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے؟ نبی ﷺ نے (اسے) فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرتے رہو۔(صحیح بخاری:6036)

جبیر بن معطم نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قطع کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ابن ابی عمر نے بتایا کہ سفیان نے کہا: یعنی قطع رحمی کرنے والا (رشتہ توڑنے والا)۔(صحیح مسلم:6688)

رشتے توڑنا مغفرت سے محرومی کا سبب ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

(إن أعمال بني آدم تعرض كل خميس ليلة الجمعة فلا يقبل عمل قاطع رحم)

ابن آدم کے اعمال ہر جمعرات اور جمعہ کی رات پیش کیے جاتے ہیں لیکن رشتے توڑنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔(مسند احمد:10272)

رشتے داریاں نبھانے والے کیلئے اللہ رب العزت نے آخرت میں جو نعمتیں رکھی ہیں وہ اپنی جگہ پر ہیں دنیا میں بھی اللہ رب العزت انسان کو اس کی صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا بدلہ اس پر نعمتوں کا نزول کر کے عنایت فرماتا رہتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس پر اس کا رزق کشادہ کیا جائے یا اس کے چھوڑے ہوئے کو مؤخر کیا جائے (خود اس کی اور اس کی چھوڑی ہوئی اشیاء، اعمال اور اولاد کی عمر لمبی ہو) وہ صلہ رحمی کرے۔'' (صحیح مسلم:6691)

رشتے نبھانے والے بندوں کو اللہ محبوب رکھتا ہے، ان سے فضل و رحمت کا تعلق بنا کر رکھتا ہے، ان پر اپنے انعامات کی بارش کرتا رہتا ہے اور رشتہ توڑنے والوں اللہ بھی تعلق توڑ لیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا حتی کہ جب وہ ان سے فارغ ہوگیا تو رَحم (رشتہ داری) نے کھڑے ہو کر کہا: یہ (میرا کھڑا ہونا) اس کا کھڑا ہونا ہے جو قطع رحمی سے پناہ کا طلب گار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، (اس مقصد کے لیے تمہارا کھڑا

ہونا مجھے قبول ہے) ''کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں اسی سے تعلق رکھوں جو تمہارا تعلق جوڑ کر رکھے اور اس سے تعلق توڑ دوں جو تمہارا تعلق توڑ دے؟'' رَحم نے کہا: کیوں نہیں! (میں راضی ہوں۔) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تمہیں یہ عطا کر دیا گیا۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو (قرآن مجید کا یہ مقام) پڑھ لو:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

"تو کیا تم اس (بات) کے قریب (ہو گئے) ہو کہ اگر تم پیچھے ہٹو گے تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور خون کے رشتے توڑ ڈالو گے، ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں (ہدایت کی آواز سننے سے) بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو (اللہ کی نشانیاں دیکھنے سے) اندھا کر دیا۔ کیا یہ لوگ قرآن پر غور وخوض نہیں کرتے یا (پھر) ان کے دلوں پر قفل لگ چکے ہیں۔" (صحیح مسلم:6686)

صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت میں بے شمار احادیث مروی ہیں جن کو اس چھوٹے سے مضمون میں جمع کر دینا ممکن نہیں البتہ صلہ رحمی کے حوالے سے یہ بات جان لینا نہایت ہی ضروری ہے کہ صلہ رحمی کا مطلب بدلہ دینا نہیں ہوتا، صلہ رحمی جس کی فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان ان رشتہ داروں کے ساتھ تو بنا کر ہی رکھے جو اس کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے، ساتھ میں ان رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور عطا واکرام کا تعلق رکھے جو اس کے بدخواہ ہیں، اس سے برا سلوک کرتے ہیں، جنہوں نے اپنے دل میں اس کے لیے بغض ونفرت چھپا رکھی ہے، بندے کی صلہ رحمی کا اصل امتحان ایسے رشتہ داروں سے تعلق اور سلوک ہی میں ہوتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَيْسَ الوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

"کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی والا ختم کر دیا جائے وہ پھر بھی صلہ کرے۔" (صحیح بخاری:6044)

ایک شخص نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا ''**علی ذي الرحم الكاشح**'' یعنی ایسے رشتہ دار کو صدقہ دینا جس نے دل میں تمہارے ہے نفرت اور عداوت چھپا رکھی ہے۔ (مسند احمد، شیخ شعیب الارنؤط نے اس کو صحیح کہا ہے۔)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے (بعض) رشتہ دار ہیں، میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں بردباری کے ساتھ ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت کا سلوک کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: "اگر تم ایسے ہی ہو جیسے تم نے کہا ہے تو تم ان کو جلتی راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم اس روش پر رہو گے، ان کے مقابلے میں اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔"

ان احادیث کے پیش نظر ایک ایمان والا بندہ جب اپنے اعمال کا احتساب کرے تو عبادات کے ساتھ ساتھ اپنے معاملات اور رشتہ داروں کے ساتھ اپنے رویے اور سلوک پر بھی نظر ڈالے کہ کیا اس معاملے میں وہ شریعت کے طے گئے اصولوں اور ضوابط کی پاسداری کر رہا ہے یا نہیں۔ اللہ ہم کو اپنی رضا کے اعمال پر زندگی استوار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

❖ ❖ ❖

احکام و مسائل

فقہ کتاب وسنت کی سمجھ کا نام ہے

● تحریر : علامہ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ ● ترجمہ : ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

فقہ فی الدین کے معنیٰ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو سمجھنے اوران دونوں سے احکام مستنبط کرنے کے ہیں۔ رہا اللہ کی کتاب کا فہم تو صحیح بخاری میں ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"هل عندكم شيء من الوحي إلا ما في كتاب الله؟ قال: لا والذي فلق الحبة وبرأ النسمة! ما أعلمه إلا فهما يعطيه الله رجلا في القرآن وما في هذه الصحيفة، قلت: وما في الصحيفة؟ قال: العقل وفكاك الأسير وأن لا يقتل مسلم بكافر"[1]

[1] (صحیح بخاری، حدیث (۳۰۴۷))۔

کیا آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ بھی وحی کا کچھ حصہ ہے؟ فرمایا: نہیں، اس اللہ کی قسم جس نے دانہ کو چیرا اور ذی روح کو پیدا فرمایا! میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں جانتا سوائے قرآن کی اس فہم کے جسے اللہ تعالیٰ کسی کو عطا فرماتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے، میں نے دریافت کیا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دیت، غلام (قیدی) کی آزادی اور رہائی اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ قتل نہ کیا جائے۔

کتاب اللہ میں علی رضی اللہ عنہ کے فہم کی مثالوں میں سے سورۂ بقرہ، سورۂ لقمان اور سورۂ احقاف کی آیتوں سے آپ کا یہ استنباط بھی ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۂ احقاف کی آیت کریمہ {وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا} (اوراس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ او رسورۂ لقمان کی آیت {وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ} (اور اس کا دودھ چھڑانا دوسالوں میں ہوگا) نیز فرمان باری تعالیٰ {وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ} (اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دوسال دودھ پلائیں اس کے لئے جو رضاعت مکمل کرنا چاہے) کے مجموعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، یہ ایک پائیدار اور صحیح استنباط ہے، عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں ان کی موافقت فرمائی ہے"۔

اور کتاب اللہ میں فہم کے قبیل سے ہمارے استاذ گرامی شیخ محمد الامین شنقیطی رحمہ اللہ کا فرمان باری {اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ} (سورۃ الفاتحہ:۶،۷) (ہمیں سیدھی راہ یعنی جن پر تونے انعام کیا ہے ان

کے راہ کی رہنمائی فرما) سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کی صحت پر استدلال کرنا بھی ہے۔

شیخ رحمہ اللہ ''اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن''[1] میں رقمطراز ہیں: ''اس آیت کریمہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کی صحت کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سات بار بار دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم یعنی) سورۂ فاتحہ میں جن لوگوں کے راستہ کی ہدایت کی دعا مانگنے کا ہمیں حکم دیا ہے وہ ان لوگوں میں شامل ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے، جیسا کہ درج ذیل فرمان باری میں ہے:

① (اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، ۱/ ۳۶)

{اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ} (ہمیں سیدھی راہ یعنی اپنے انعام یافتگان کے راستہ کی رہنمائی فرما)۔

اور اللہ عز وجل نے اپنے انعام یافتگان کو بیان فرمایا ہے اور ان میں صدیقین کا بھی ذکر کیا ہے[2]، اور نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیقین میں سے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ عز وجل کے ان انعام یافتگان میں شامل ہیں جن کے راستہ کی ہدایت کی دعا کرنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، لہٰذا اب کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور آپ کی امامت (خلافت) حق ہے''۔

② (اس سے آپ کا اشارہ درج ذیل آیت کریمہ کی طرف ہے:

{وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا}۔

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین، اور یہ بہترین رفیق ہیں۔ [سورۃ النساء:۶۹]۔(مترجم))

محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ کی کتاب ''اضواء البیان'' کتاب اللہ میں فہم کی بیشمار مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

اور کتاب اللہ میں فہم کی مثالوں میں سے فرمان باری تعالیٰ:

{اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا} (سورۃ النصر:۱ تا ۳)۔

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ جوق در جوق اللہ کے دین میں آرہے ہیں تو حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح خوانی کیجئے اور اس سے مغفرت کی دعا کیجئے، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سے عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا یہ سمجھنا بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب ہو چکا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح[3] میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

③ (صحیح بخاری، حدیث (۴۲۹۴))

''كان عمر يدخلني مع أشياخ بدر، فقال بعضهم: لم تدخل هذا الفتى معنا ولنا أبناء مثله؟ فقال: إنه ممن قد علمتم، فدعاهم ذات يوم ودعاني معهم، قال: وما أريته دعاني يومئذ إلا ليريهم

مني، فقال: ما تقولون في {إِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ○ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا} ؟ حتى ختم السورة، فقال بعضهم: أمرنا أن نحمد الله ونستغفره إذا نصرنا وفتح علينا، وقال بعضهم: لا ندري، ولم يقل بعضهم شيئا، فقال لي: يا ابن عباس! أكذاك تقول؟ قلت: لا! قال: فما تقول؟ قلت: هو أجل رسول الله ﷺ أعلمه الله له {إِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ} فتح مكة، فذاك علامة أجلك، {فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا} قال عمر: ما أعلم منها إلا ما تعلم"۔

عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدر کے بزرگوں کی مجلس میں بلایا کرتے تھے، تو بعض لوگوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ اس بچے کو ہمارے درمیان کیوں لاتے ہیں، جبکہ اس کے ہم عمر بچے تو ہمارے پاس بھی ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کا مقام ومرتبہ تم اچھی طرح جانتے ہو، چنانچہ ایک دن انھوں نے ان لوگوں کو بلایا اور ان کے ساتھ مجھے بھی بلایا' فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ اس دن انھوں نے مجھے محض اسی غرض سے بلایا تھا تا کہ انہیں میرا مقام بتلائیں، چنانچہ انھوں نے ان سے پوچھا: {إِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ○ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا} (پوری سورت ختم کی) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بعض لوگوں نے جواب دیا، ہمیں حکم دیا جا رہا ہے کہ جب ہماری مدد ہوا اور فتح وکامرانی عطا ہو تو ہم اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کریں، اور بعض لوگوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں، اور بعض لوگوں نے خاموشی اختیار کی، عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: پھر کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس میں اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے، اللہ نے آپ کو اس کی اطلاع دی ہے {إِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ} (جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے)، فتح سے مراد فتح مکہ ہے، جو آپ کے قرب اجل کی علامت ہے، {فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا} (تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیت کریمہ کے بارے میں میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

تفسیر کی جن کتابوں میں قرآن کریم سے احکام مستنبط کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے ان میں سے امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمہ اللہ متوفی (۶۷۱ھ) کی کتاب "الجامع لاحکام القرآن" بھی ہے۔

قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ ان کے یہاں اللہ عزوجل کے صفات میں خلط ملط اور گڈ مڈ ہے جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت کریمہ:

{ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ} (سورۃ الاعراف: ۵۴)۔

پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔

کی تفسیر میں ذکر کردہ ان کی بات سے ظاہر ہوتا ہے۔

رہا سنت رسول میں فہم کا معاملہ تو وہ رسول کریم ﷺ سے

صحیح یا حسن طور پر ثابت احادیث سے شرعی احکام مستنبط کرنا ہے، صرف ضعیف احادیث سے مستنبط کردہ احکام پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اعتماد صرف انہی احادیث سے اخذ کردہ احکام پر کیا جائے گا جن کی نسبت رسول اللہ ﷺ تک ثابت اور صحیح ہو، اور یہ صرف صحیح اور حسن احادیث ہیں۔

حدیث رسول سے دقیق استنباط کی مثالوں میں سے صحیح بخاری میں قائم کردہ امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجم ابواب ہیں جو حیرت انگیز اور دقیق فہم واستنباط پر مشتمل ہیں جس نے ان کی کتاب کو روایت ودرایت کی جامع کتاب بنا دیا ہے، جس میں انھوں نے حدیث وفقہ کو جمع کر دیا ہے، بطور مثال یہ باب ملاحظہ کیجئے:

"باب صب النبي ﷺ وضوءه على مغمى عليه"۔

(نبی کریم ﷺ کا بیہوش شخص پر اپنے وضو کا پانی انڈیلنا)۔

اوراس باب کے تحت آپ نے جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

"جاء رسول الله ﷺ يعودني وأنا مريض لا أعقل، فتوضأ وصب علي من وضوئه فعقلت، فقلت: يارسول الله ! لمن الميراث، إنما يرثني كلالة؟ فنزلت آية الفرائض"[1]

[1] (صحیح بخاری، حدیث (۱۹۴))۔

رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے دراں حالیکہ میں مریض تھا، مجھے ہوش نہ تھا، آپ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر انڈیل دیا، مجھے ہوش آیا اور میں سمجھنے لگا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! میراث کسے ملے گی؟ میرے وارثین کلالہ (یعنی باپ اور بیٹے کے علاوہ) ہیں، اس پر فرائض کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔

چنانچہ باب کے عنوان میں امام بخاری رحمہ اللہ کا "نبی کریم ﷺ کا بیہوش شخص پر اپنے وضو کا پانی انڈیلنا" سے تعبیر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اسی لئے آپ نے "امام یا عالم یا بڑے یا زائر کا بیہوش شخص پر اپنے وضو کا پانی انڈیلنا" نہیں کہا۔

اسی طرح یہ ترجمۃ الباب بھی ہے:

"باب إذا استأجر أجيرا ليعمل له بعد ثلاثة أيام أو بعد شهر أو بعد سنة جاز، وهما على شرطهما الذي اشترطاه إذا جاء الأجل"۔

اس بات کا بیان کہ اگر کوئی شخص کسی کو مزدوری پر رکھے کہ وہ تین دن یا ایک ماہ یا ایک سال کے بعد اس کا کام کرے گا تو ایسا کرنا جائز ہے، اور وقت مقررہ کے آنے پر دونوں اپنی طے کردہ شرط پر ہوں گے۔

اس باب کے تحت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر فرمائی ہے، فرماتی ہیں:

"استأجر رسول الله ﷺ وأبو بكر رجلا من بني الديل هاديا خريتا، وهو على دين كفار قريش ، فدفعا إليه راحلتيهما، وواعداه غار ثور بعد ثلاث ليال، فأتاهما براحلتيهما صبح ثلاث"[1]

①(صحیح بخاری، حدیث (۲۲۶۴))۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی دیل کے ایک ماہر راستہ بتانے والے کو اجرت پر رکھا، وہ کفار قریش کے دین پر تھا، دونوں نے اپنی اپنی سواریاں اسے دیدیں اور تین راتوں کے بعد غار ثور پہنچنے کی میعاد متعین کی، چنانچہ وہ (شرط کے مطابق) تیسری رات کی صبح ان دونوں کی سواریاں لے کر حاضر خدمت ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی روشنی میں اس عنوان الباب سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ معاملہ کی تنفیذ کے وقت کا معاملہ طے کرنے کے وقت سے متأخر ہونا جائز ہے۔

اور سنت رسول میں فہم کے قبیل سے درج ذیل فرمان نبوی سے امام نسائی کا استنباط بھی ہے:

"لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة"②

②(سنن نسائی، حدیث (۷))۔

اگر میں اپنی امت پر شاق اور دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیدیتا۔

چنانچہ اس حدیث کے عنوان الباب میں فرماتے ہیں:

"الرخصة فى السواك بالعشي للصائم"۔

روزہ دار کو دوپہر کے بعد (بھی) مسواک کرنے کی رخصت۔

(زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت "عشي" کہلاتا ہے)۔

مقصود یہ ہے کہ روزہ دار دن کے آخری حصہ میں مسواک کرسکتا ہے، کیونکہ صلاۃ عصر اسی میں ہوتی ہے، برخلاف ان لوگوں کے جو آخری پہر میں مسواک کی ممانعت کے قائل ہیں، کیونکہ وہ روزہ دار کے منہ کی بو کو زائل کردیتا ہے۔

علامہ سندی رحمہ اللہ نے اس استنباط کی بڑی تعریف فرمائی ہے، چنانچہ سنن نسائی کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: "یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ مصنف کا بڑا دقیق استنباط اور ان کی عجیب وغریب بصیرت ہے، سبحان اللہ کتنی دقیق اور تیز فہم ہے!۔

دقیق فہم کی مثالوں میں سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وہ قول بھی ہے جو انھوں نے حدیث:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"③

③(صحیح بخاری، حدیث (۱۰) وصحیح مسلم، حدیث (۶۴))۔

حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

کی شرح کرتے ہوئے فتح الباری④ میں فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

④(فتح الباری، ۱/ ۵۴)

"خصوصیت کے ساتھ زبان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ مافی الضمیر کی ادائیگی کرتی ہے اور اسی طرح ہاتھ کا ذکر بھی' کیونکہ اکثر کام اسی سے انجام پاتے ہیں، اور حدیث ہاتھ کے بالمقابل زبان کے سلسلہ میں زیادہ عام ہے، کیونکہ زبان کے لئے گذشتہ 'موجودہ اور آئندہ سبھی زمانہ کے لوگوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنا ممکن ہے، برخلاف ہاتھ کے، ہاں! البتہ ہاتھ تحریر کے ذریعہ اس باب میں زبان کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے، اور اس صورت میں اس کا اثر بڑا عظیم ہوگا۔

اوراس حکم سے شرعاً مستحق مسلمان پر حدود قائم کرنے اور تعزیرات میں ہاتھ سے مارنا مستثنیٰ ہے، اور''قول'' کے بجائے ''زبان'' کی تعبیر میں نکتہ پوشیدہ ہے، کیونکہ اس میں استہزاومذاق کے طور پر زبان نکالنے (چڑھانے) والا بھی شامل ہوجاتا ہے، اسی طرح دیگر اعضا کو چھوڑ کر صرف ہاتھ کا ذکر کرنے میں بھی نکتہ ہے، وہ یہ کہ ایسی صورت میں ''معنوی ہاتھ'' جیسے ناحق غیر کے حق پر قبضہ جمانا اور ہتھیانا' بھی شامل ہوجاتا ہے''۔

شروح احادیث کی کتابوں میں احادیث سے مستنبط ہونے والے فقہی فوائد کے ذکر کرنے کا کم وبیش اہتمام کیا گیا ہے، اس سلسلہ کی اہم کتابوں میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تالیف صحیح بخاری کی شرح ''فتح الباری'' ہے، چنانچہ انھوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی سے متعلق حدیث [1] کی شرح کرتے ہوئے اس سے خاصی تعداد میں فوائد مستنبط کئے ہیں، نیز فرماتے ہیں [2]: ''ابن بطال فرماتے ہیں: بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے لوگوں نے بہت سے فوائد مستنبط کئے ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے ان کی تعداد سوتک پہنچائی ہے، ان میں سے اکثر فوائد کتاب النکاح میں آئیں گے، اور امام نووی فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں امام ابن خزیمہ اور امام ابن جریر نے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں بہ کثرت فوائد مستنبط کئے ہیں، چنانچہ دونوں صاحبان نے بہت سی چیزیں ذکر کی ہیں، میں کہتا ہوں: ابن خزیمہ کی تصنیف تو مجھے نہ مل سکی، البتہ ابن جریر کی گفتگو ان کی کتاب ''تہذیب الآثار'' میں مجھے ملی اور اللہ کی مدد سے جتنا ممکن ہوسکا میں نے اس کی تلخیص کی، بعض متاخرین نے حدیث بریرہ سے مستنبط فوائد کی تعداد چار سوتک پہنچائی ہے، جن میں سے اکثر فوائد بعید از قیاس اور تکلف سے پر ہیں، یہی معاملہ اس شخص کا بھی ہے جس نے رمضان (دن) میں بیوی سے مباشرت کرنے والے کی حدیث کے سلسلہ میں کتاب تالیف کی ہے اور اس سے ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) فوائد مستنبط کئے ہیں''۔

① (صحیح بخاری، حدیث (۲۵۶۳))

② (فتح الباری، ۵/ ۱۹۴)

نیز امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے مروی ان کے بھائی ابوعمیر (جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''**يا أبا عمير! مافعل النغير**'' اے ابوعمیر! نغیر (ایک چڑیا) نے کیا کیا؟) کے قصہ سے متعلق حدیث [3] کی شرح میں بہت سے فوائد ذکر کئے ہیں، جن میں سے کچھ فوائد خود انہی کے مستنبط کردہ ہیں اور کچھ ابن القاص نے مستنبط کئے ہیں۔

③ (صحیح بخاری، حدیث (۶۲۰۳))

فرماتے ہیں [4]: اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں، فقیہ شافعی اور مختلف کتابوں کے مولف ابوالعباس احمد بن ابواحمد طبری معروف بہ ابن القاص نے اس حدیث کی شعبہ بروایت ابو التیاح کی دوسندوں سے اور اسی طرح حمید بروایت انس اور محمد بن سیرین کی دوسندوں سے تخریج کی ہے' اور اس کے فوائد کو ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے' اور اس جگہ میں نے اس کی سندوں کو اکٹھا کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی روایت میں جو بھی اضافی فائدہ ہے اسے تلاش کیا ہے۔ اور ابن القاص نے اپنی کتاب کے آغاز میں ذکر کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اہل الحدیث (محدثین) پر بایں طور عیب جوئی کی ہے کہ وہ لوگ ایسی چیزوں کی روایت کرتے ہیں جن میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور بطور مثال ابوعمیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: لیکن ان (عیب جوئی کرنے والوں) کو اس بات کا علم نہیں کہ اس

حدیث میں فقہ اور فنون ادب کے ساٹھ فوائد پوشیدہ ہیں، پھر انہیں بالتفصیل ذکر کیا ہے، اور میں نے ان کے مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تلخیص کی ہے' پھر اس کے بعد جس قدر ممکن ہوسکا مزید فوائد کا اضافہ کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔۔۔''، پھر ابن القاص کے فوائد کو ذکر کیا ہے یہاں تک کہ ان کا یہ قول بھی ذکر کیا، فرماتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے جو اس حدیث کے طرق واسانید جمع کرنے اور اس سے فوائد مستنبط کرنے کی توفیق بخشی اس سے نقل (کتاب وسنت) کی سمجھ رکھنے والوں اور ان کے علاوہ جنھیں اسکی استطاعت نہیں' کے مابین فرق وامتیاز واضح ہوتا ہے، حالانکہ چشمۂ استنباط ایک ہی ہے لیکن اللہ لطیف وخبیر کی عجائب قدرت کا شاہکار یہ ہے کہ اسے ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم لذت وچاشنی میں ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں، یہ ان کی پوری گفتگو کا خلاصہ ہے، پھر ابن القاص کے فوائد کے علاوہ اپنے اضافی فوائد کا ذکر کیا ہے۔

④(فتح الباری، ۱۰/ ۵۸۴)

شروح حدیث کی جن کتابوں میں احادیث سے مستنبط ہونے والے فوائد کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے ان میں سے امام زین الدین عراقی متوفیٰ (۸۰۶ھ) اور ان کے صاحبزادہ ابوزرعہ متوفیٰ (۸۲۶ھ) کی کتاب ''طرح التثریب فی شرح التقریب''، بھی ہے کیونکہ انھوں نے ہر حدیث کے تحت اس سے مستنبط ہونے والے فوائد ذکر کئے ہیں، اور اس میں سب سے پہلی حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث **"إنما الأعمال بالنيات"** (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)ہے، جو ترسٹھ فوائد پر مشتمل ہے۔

بعض علماء کرام نے علیحدہ طور پر ایک ایک حدیث کی شرح لکھی ہے اور اس میں ان سے مستنبط ہونے والے فقہی فوائد کو ذکر کیا ہے، ان کتابوں میں سے علامہ قاضی عیاض متوفیٰ (۵۴۴ھ) کی **''بغية الرائد لما تضمنه حديث ام زرع من الفوائد''** اور امام صلاح الدین العلائی متوفیٰ (۷۶۳ھ) کی **''نظم الفرائد لما تضمنه حديث ذي اليدين من الفوائد''** ہیں، اور یہ دونوں کتابیں شائع شدہ ہیں۔

فقہ کی دو قسمیں ہیں: فقہ اکبر وفقہ اصغر

کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی (ہدایت کے) صاف وشفاف سرچشمے ہیں اور وہی ہر خیر وبھلائی کا مصدر ومنبع اور ہر صلاح وفلاح کی اساس ہیں، نیز انہی سے عقائد، عبادات اور معاملات کے (جملہ) اصولی وفروعی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ اور فقہ فی الدین کی دو قسمیں ہیں: ایک فقہ اکبر جو اعتقادی امور سے تعلق رکھتا ہے، یہ غیبی امور کے قبیل سے ہیں جن میں انسانی عقل کی کوئی گنجائش نہیں، اس بارے میں محض کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استنباط پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اور دوسرے وہ فقہ جو عبادات ومعاملات کے فروعی مسائل سے تعلق رکھتا ہے، ان میں بھی کتاب وسنت سے ثابت شدہ مسائل پر اعتماد کیا جائے گا، چنانچہ اگر کسی مسئلہ میں کتاب وسنت کی نص مل جائے تو اسے لینا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر نص نہ مل سکے تو (مجتہد کے لئے) اجتہاد جائز ہے، اور جن مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہے ان میں درست اجتہاد کرنے والا دو اجر اور خطا کار مجتہد ایک اجر کا مستحق ہے، جیسا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

❖ ❖ ❖

تراجم رجال

شیخ محمد توحید ابن حافظ جلیل احمد فیضی کی مختصر سوانح حیات

ازقلم : محمد طیب جلیل احمد فیضی پرتاپ گڑھی

تاریخ پیدائش: ۱۹ اپریل/ بروز جمعہ ۱۹۸۲ء ہے آپ کی پیدائش آپ کے آبائی گاؤں موضع تلیاہی ضلع پرتاپ گڑھ میں ہوئی۔

ہم تین بھائی اور ایک بہن ہیں (۱) محمد طیب فیضی (۲) محمد توحید فیضی (۳) محمد طاہر فیضی، برادر محترم ہم تینوں بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے اللہ نے آپ کو بہت ہی بااخلاق خوش مزاج و ملنسار، بنایا تھا آپ سے ملاقات کرنے والا ہر شخص آپ کا دوست ہوجایا کرتا تھا۔

ابتدائی تعلیم : ہم تینوں بھائیوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی، کیونکہ والد محترم ایک اچھے حافظ قرآن ہیں اور والدہ محترمہ بھی ایک بڑے دینی ادارہ سے تعلیم یافتہ ہیں اس لیے والدین نے گھر سے ہی ہماری تعلیم وتربیت کی شروعات کی، پہلے ہمیں ناظرہ قرآن پڑھایا اور پھر حفظ بھی گھر ہی میں شروع کرادیا مگر وقت کے ساتھ حالات بھی بدلتے رہے اسی دوران والدین نے ممبئی آنے کا فیصلہ کیا اور چند ہی دنوں بعد ہم سب شہر ممبئی آگئے۔

یہاں پہونچ کر والدین نے ہماری حفظ کی تعلیم کو پائے تکمیل تک پہونچانے کے لیے سب سے پہلے مدرسہ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی کا انتخاب کیا یہاں ہم نے دوسال تک حفظ کی تعلیم حاصل کی یہاں میرے بھائی کے سب سے پہلے استاد ہیں فضیلۃ الشیخ قاری رحم علی حفظہ اللہ جو ہمارے ہم علاقہ وہم وطن بھی ہیں آپ نے ان سے تقریبا نصف قرآن کریم حفظ کرلیا تھا اس کے بعد والد محترم نے ہمیں یہاں سے ہٹا کر ممبئی کے ہی ایک دوسرے مدرسہ میں ہمارا داخلہ کرادیا، پھر بعض وجوہات کی بنا پر ہم تینوں بھائیوں کا ایک ساتھ مدرسہ تعلیم الدین سون پور جٹھوارا پرتاپ گڑھ میں داخلہ کرایا یہاں ہم دونوں بھائیوں نے ایک ساتھ ایک ہی استاد کے پاس اپنے قرآن کریم کے بقیہ حصہ کو حفظ کیا۔

ہم تینوں بھائیوں میں سب سے پہلے جس نے قرآن کریم کو حفظ کیا ہے وہ ہیں شیخ محمد توحید فیضیؒ آپ نے ۱۹۹۵ء کو پورا قرآن کریم حفظ کرلیا تھا اور اسی سال رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ نے شہر پرتاپ گڑھ کی ایک مسجد میں تراویح کی نماز بھی پڑھائی، اسوقت برادر محترم کی عمر تیرہ سال تھی۔

حصول علم حدیث کے لیے سفر: حفظ کی تعلیم سے فراغت کے بعد والد محترم نے عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ۱۹۹۶ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ایک شاخ مدرسہ ضیاء العلوم تکیہ کلاں رائے بریلی میں داخلہ کرایا برادر محترم نے یہاں چارسالہ عرصہ گزار کر جماعت رابعہ تک تعلیم حاصل کی اللہ نے آپ کو بڑی ذہانت سے بھی نوازا تھا۔

۱۹۹۹ء تک ہم دونوں بھائی ایک ساتھ مدرسہ ضیاء العلوم میں

تعلیم حاصل کرتے رہے اسوقت ہم لوگ حنفی المسلک تھے، مگر ہمارے سگے خالو فضیلۃ الشیخ جناب قاری نجم الحسن فیضی حفظہ اللہ جو میرے چھوٹے بھائی محمد توحید فیضیؒ کے سسر بھی ہیں ہمیشہ ہم لوگوں کو حق کی تلقین کرتے رہتے تھے خصوصا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ کا شوق دلایا کرتے تھے اور ہمیشہ ہماری دینی بھلائی کے بارے میں فکرمند رہا کرتے تھے انھوں نے ہمیں ۲۰۰۰ء میں کسی سلفی ادارہ میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا ابتداءً آپ کی بات بڑی عجیب سی لگی مگر ادباً ہم آپ کی بات کا انکار نہ کرسکے اور آپ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے والد محترم نے ہم دونوں بھائیوں کا ایک ساتھ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو ناتھ بھنجن میں داخلہ کرادیا۔

ہم دونوں بھائیوں نے ایک ساتھ ۲۰۰۱ء میں سند عالمیت حاصل کی اور پھر ۲۰۰۳ء مین سند فضیلت حاصل کی اور جامعہ سے فارغ ہوگئے۔

حالات زندگی: برادر محترم شیخ محمد توحید فیضیؒ نے جامعہ سے فراغت کے بعد تجوید وقرائت پڑھنے کا فیصلہ کیا تو والد محترم نے ان کا داخلہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم قصبہ موٓئمہ الہ باد میں ہندوستان کے مشہور ومعروف قاری جناب قاری رحمت اللہ صاحب کے پاس کرادیا یہاں برادر محترم نے دوسال تک روایت حفص پڑھا، اس دوران برادر محترم قصبہ موٓئمہ محلہ کورٹ کی ایک اہلحدیث مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے حتیٰ کہ قرأت کی تعلیم مکمل ہوگئی مگر امامت وخطابت کا یہ سلسلہ بدستور جاری وساری رہا۔

برادر محترم ۲۰۰۵ء سے لیکر ۲۰۱۱ء تک اسی مسجد دار السلام کاندیولی میں بحیثیت امام وخطیب اپنے فرائض انجام دیتے رہے، آپ وقت کے بڑے پابند تھے کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے الا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو، اسی طرح وعدے کے بھی بڑے پختہ تھے کبھی کسی سے وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے، مسجد میں مکتب کی بھی تعلیم ہوتی ہے اس لیے امام کے علاوہ چھ لوگ اور رہتے ہیں جو ان کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے وہ لوگ آج بھی موجود ہیں ان کا بیان ہے کہ ہم چھ سال ان کے ساتھ رہے ہیں لیکن کسی معاملہ میں ہم نے ان کو اختلاف کرتے نہیں پایا ہے، کبھی کسی معاملہ میں ہم لوگوں کے درمیان آپس میں نا اتفاقی نہیں ہوئی اگر کوئی چیز ناگوار ہوتی تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرلیتے تھے مگر اختلاف نہیں کرتے تھے۔

انھوں نے ۲۰۱۱ء میں سعودی عرب جانے کا فیصلہ کیا تو رب العالمین نے ان کے لیے سارے راستے آسان کردیے اور وہ بآسانی سعودی عرب پہونچ گئے الحمد للہ! وہاں پہونچ کر ابتداء میں ایک مسجد میں بطور نائب امام ومؤذن متعین ہوئے اور یہاں کی طرح وہاں بھی آپ نے بڑی ایمانداری وامانت داری کا ثبوت دیا آپ کے طرز عمل سے آپ کے مسجد کے **امام محمد احمد الحضیمی** بڑے متاثر ہوئے اور انھونے آپ کو مکتب دعوہ المجمعہ میں بھی لگوادیا اللہ انھیں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے آمین۔

دینی خدمات: برادر محترم چار سالوں سے مسجد کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ دعوتی ذمہ داری بھی نبھارہے تھے مختلف مقامات پر آپ کے دروس ہوا کرتے تھے، اسی طرح نماز جمعہ کے بعد آپ امام کے عربی خطبہ کا ترجمہ بھی کیا کرتے تھے، اور جو غیر مسلمین سعودی عرب جاتے ہیں کام کے سلسلہ میں ان کے درمیان بھی آپ دعوت وتبلیغ کا کام کیا کرتے تھے۔

ابھی پچھلے رمضان المبارک کے مہینہ یعنی ۲۰۱۷ء میں آپ نے ایک ہندوستانی غیر مسلم کوکلمہ پڑھا کر مسلمان بنایا تھا جس کا ویڈیو آج بھی یوٹیوب پر موجود ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہاں یعنی سعودی عرب میں آپ کی پوری زندگی کا ماحصل صرف دعوت وتبلیغ رہا ہے۔

وفات: جس دن آپ کا اکسیڈنٹ ہوا ہے اس دن بھی آپ ایک جگہ جمعہ کا خطبہ دینے جارہے تھے جہاں تقریبا پانچ سو سے زائد لوگ جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں، مگر رب العالمین کو وہاں تک آپ کا پہونچنا منظور نہیں تھا، اچانک آپ کی کار ایک حادثہ کا شکار ہوکر پلٹ گئی اور آپ بری طرح زخمی ہوگئے ساری چوٹیں آپ کے سر اور چہرہ پر تھیں بقیہ جسم کا اکثر حصہ سلامت تھا۔

اس موقع پر مجھے آپ ﷺ کی ایک حدیث یاد آتی ہے جو سنن ترمذی کے اندر بسند صحیح مروی ہے اور اس حدیث کے راوی ہیں مطر بن عکامس ؓ :

عن مطربن عکامس ؓ قال قال رسول الله ﷺ اذاقضی الله لعبد ان یموت بارض جعل له الیها حاجة/رواه الترمزی

حضرت مطر بن عکامس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لیے موت کا کسی زمین میں فیصلہ کردیتا ہے تو اس کے لیے اس زمین میں کوئی حاجت بنادیتا ہے اور وہ شخص وہاں جاتا ہے تو موت اسے آکر پکڑ لیتی ہے۔

میرے چھوٹے بھائی شیخ محمد توحید فیضیؒ کی موت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی سرزمین عرب کا انتخاب کررکھا تھا اللہ کے فیصلہ کو کون ٹال سکتا ہے۔

چنانچہ ۷/اپریل بروز جمعہ ۲۰۱۸ء کو گھر سے جمعہ کے خطبہ کے ارادے سے نکلے اچانک راستہ میں آپ کی گاڑی کا اکسیڈنٹ ہوگیا اور گاڑی پلٹ گئی، چہرہ اور سر میں سخت چوٹیں آئیں جس وقت آپ کو زخمی حالت میں زمین سے اٹھایا جارہا تھا اسوقت آپ اپنی زبان سے کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے۔

آپ کو اٹھانے والوں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ ہم نے اپنے کانوں سے انھیں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے سنا ہے، اور یہی کلمہ شہادت آپ کی زندگی کا آخری کلام ثابت ہوا اس کے بعد آپ کی طبیعت اور بگڑتی چلی گئی اور آپ کو علاج کے لیے شہر مجمعہ سے ریاض کے **امام عبد الرحمٰن الفیصل** اسپتال منتقل کردیا گیا جہاں چار دنوں تک آپ کا علاج چلتا رہا، وفات سے ایک روز قبل امید کی ایک ہلکی سی کرن نظر آئی ایسا لگا اب آپ بہت جلد روبہ صحت ہوجائیں گے اہل خانہ، رورو کر رب العالمین کے دربار میں دعائیں کررہے تھے کہ الٰہی تو انھیں جلد صحت یاب کردے یہاں والدین کا صدمہ سے دل پھٹا جارہا تھا قوت برداشت جواب دے رہی تھی مگر ان سب کے باوجود میرے بوڑھے والدین اپنے جوان بیٹے کی واپسی کے منتظر بیٹھے تھے اور ہروقت وہرلحہ اللہ سے ایک ہی دعا کیا کرتے تھے پروردگار موت وحیات کا اور صحت وتندرستی کا مالک تو ہی ہے تو میرے بچے کو دوبارہ صحت یاب کردے ہم لوگوں کا صدمہ سے براحال تھا لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا لوگ تسلی دے رہے تھے کہ اطمینان رکھئے ان شاء اللہ شیخ محمد توحید جلد صحت یاب ہوجائیں گے، اب اخیر میں وہ دن بھی آپہونچا جس نے ایک بارگی ہم سب کو غموں سے نڈھال کردیا ہمتوں کو پست کردیا گھر میں غموں کے بادل منڈلانے لگے میں ابھی ظہر کی نماز کے

لیے باوضو ہوکر اذان کا انتظار کرتے گھر میں بیٹھا تھا کہ اچانک موبائل کی گھنٹی بجی دیکھا تو میرے بہنوئی شیخ کلیم ابن مقصود الحسن فیضی کا فون تھا جو ابتداء سے برابر پل پل کی خبر دے رہے تھے بڑی پر امیدی سے فون اٹھایا کہ برادر محترم کی اچھی صحت کی خبر ملے گی مگر اللہ کے فیصلہ کو کون ٹال سکتا ہے قضاء وقدر پورا ہو چکا تھا۔

شیخ نے تو پہلے ہماری خیریت دریافت کیا اس کے بعد صرف اتنا کہا کہ اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے اب شیخ محمد توحید فیضیؒ اس دنیا میں نہیں رہے **انا للہ وانا الیہ راجعون** برادر محترم شیخ محمد توحید فیضیؒ نے سرزمین عرب کے اندر ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں اتنا سننا تھا کہ آنکھیں اشک بار ہوگئیں دل بے انتہا مغموم ہوگیا ایسا لگا کہ جسم بے جان سا ہوکر رہ گیا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں چونکہ میں اسوقت ممبئی میں تھا مجھے پتہ نہیں تھا کہ گاؤں میں والدین کو خبر ہوگئی ہے یا نہیں بعد نماز ظہر میں نے والدین کو فون کیا تو گھر پر بھی غم والم کا ماحول تھا کسی میں بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

قارئین کرام: آپ تصور کر سکتے ہیں کہ جب بوڑھے ماں باپ کے سامنے جوان بیٹے کا جنازہ اٹھتا ہے تو ان کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی اس کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو ان حالات سے گزر چکا ہے بڑی مشکل سے ایک دو باتیں ہوئیں اور فون کٹ گیا، وہیں پر ان کی نماز جنازہ بھی ادا کی گئی اور ہمیشہ ہمیش کے لیے وہیں انھیں سپرد خاک بھی کر دیا گیا۔

آپ ۱۰/اپریل بروز منگل ۲۰۱۸ء کو سعودی عرب کے وقت کے مطابق صبح ۱۰/بجکر ۴/منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی نماز جنازہ الحمدللہ تین مرتبہ ادا کی گئی بڑی تعداد میں مرد وخواتین آپ کے جنازہ میں شریک رہے۔

۱۰/اپریل بروز منگل صبح ۱۰ بجکر ۴ منٹ پر انتقال ہوا۔ اور ۱۲/اپریل بروز جمعرات ۲۰۱۸ء بعد نماز عصر تدفین عمل میں آئی۔

جس وقت برادر محترم شیخ محمد توحید فیضی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا ہے اسوقت ان کے اہل وعیال ان کے ساتھ سعودی عرب میں ہی مقیم تھے ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا جو تقریبا گیارہ سال کا ہے جس کا نام محمد عدنان ہے اور دو بیٹیاں ہیں جن میں ایک کی عمر تقریبا چھ سال ہے اور دوسری بیٹی کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال ہے بڑی بیٹی کا نام ذکریٰ ہے اور چھوٹی بیٹی کا نام یسریٰ ہے ان کے علاوہ ان کی اہلیہ ہیں جو فضیلۃ الشیخ جناب قاری نجم الحسن فیضی حفظہ اللہ کی دوسرے نمبر کی بیٹی ہیں اور ان کے علاوہ مرحوم کے والدین بھی ابھی باحیات ہیں اور ان کے علاوہ مرحوم کے دو بھائی اور ایک بہن ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مرحوم کے بچوں کی حفاظت فرمائے مستقبل میں انہیں تمام مشکلات سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین

اب اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دل کی گہرائیوں سے دعاء ہے کہ اے الہ العالمین تو میرے مرحوم بھائی پر اپنی رحمت خاصہ نازل فرما ان کی لغزشوں وکوتاہیوں کو معاف فرما، اور ان کی قبر کو کشادہ ومنور کر دے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما، اور انہیں ہم لوگوں کے لیے میدان محشر میں سفارش کرنے والا بنا آمین اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر عظیم عطا فرما خصوصا میرے والدین اور ان کے اہل وعیال کو۔ آمین یارب العالمین۔

❖ ❖ ❖

فقہ وفتاویٰ

رویت ہلال اور فلکیات

ازافادات علامہ محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ

کیا رویت ہلال کے لئے جدید آلات کی مدد لی جاسکتی ہے؟

علامہ البانی صاحب رحمہ اللہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں : نہیں، حدیث واضح ہے، بالخصوص وہ حدیث جو صحیحین کی روایت سے آئی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : ''نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب'' ''ہم اَن پڑھ لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں'' اس کے بعد آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: ''مہینہ اس طرح ہوتا ہے''۔اور تین بار اشارہ فرمایا، یعنی یہ ظاہر کیا کہ مہینہ تیس کا ہوتا ہے۔اس کے بعد فرمایا: مہینہ یوں بھی ہوتا ہے۔تین بار کے بعد ایک بار یوں یعنی مہینہ کبھی تیس دن کا اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے، اس لئے یہاں حساب پر عمل نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کے سلسلے میں اس امت کو امیت کے مزاج پر رکھا ہے اور ان پڑھوں کے طور طریقوں کو ہی اس کی خو قرار دیا ہے، گویہ امت بعد میں پڑھی لکھی امت ہوگئی ہو بلکہ اطراف واکناف عالم میں اس نے علم کی نشر و اشاعت کی ہو اور اس کے فروغ دینے کا کام کیا ہو، مگر اثبات صیام کے تعلق سے انھوں نے امت کو بصری رویت (آنکھوں سے دیکھنے) ہی سے جوڑا اور مربوط کیا ہے اسے علمی یا مشینی رویت سے مربوط نہیں کیا ہے، اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ایک سبق دیا گیا ہے کہ اسلام ایک عملی دین ہے؛ کیونکہ علوم وفنون خواہ کتنی ہی ترقی کر جائیں، دور کو قریب کرنے والے اور چھوٹی چیزوں کو بڑی کرنے والے وسائل کتنی ہی تعداد میں ہوجائیں مگر کچھ نہ کچھ علاقے اور کچھ نہ کچھ قومیں ضرور فطرت ہی پر باقی رہیں گی، اس لئے انہیں بس اسی چیز کا مکلف کیا گیا ہے جس کا تعلق فطرت کی سادگی سے ہے اور وہ ہے بصری رویت، اس لئے تمام امت پر واجب یہی ہے کہ وہ اپنے مہینے کا اثبات اسی رویت سے کرے جس پر اللہ تعالیٰ نے سب کو قابو دے رکھا ہے اور اس میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔(فتاویٰ جدہ (۲۶ ب)/ ۱۵: ۲۶:..بحوالہ جامع تراث الالبانی فی الفقہ :۴۷۰۹)

ماہ رمضان کی ابتدا کی تحدید کے لئے فلکیاتی تحقیقات پر اعتماد کا حکم

سوال ہوتا ہے : ان لوگوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جو فلکیاتی رصدگاہوں سے رویت ہلال پر اور جواز صیام پر استدلال کرتے ہیں؟

علامہ البانی فرماتے ہیں : ہم اسے جائز نہیں سمجھتے..

سائل : دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔

علامہ فرماتے ہیں : دلیل آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے : ''نحن أمة امية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا و هكذا'' ہم اَن پڑھ امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں، مہینہ یوں اور یوں ہوتا ہے۔

یعنی : تیس کا اور انتیس کا ہوتا ہے، اور آنحضرت علیہ السلام اس حدیث میں جو فرماتے ہیں اور دیگر میں جو فرماتے ہیں کہ : ''صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته'' چاند دیکھ کر روزہ

رکھواور چاند دیکھ کرافطار کرو۔تو ان میں رویت سے مراد رویت بصری ہوتی ہے، حسابی یا مشینی رویت نہیں ہوتی جو اس آنکھ پر مستزاد ہو جسے اللہ عزوجل نے پیدا فرمایا ہے۔گویا آنحضرت علیہ السلام''نحن أمة امية''ہم اَن پڑھ امت ہیں سے یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ امت (چاند کے متعلق) بصری رویت (آنکھوں سے دیکھنے) پر ہی ہمیشہ باقی رہے اور اس سلسلے میں فلکیاتی حسابات سے مدد نہ لے۔

اور یہ نہ کہا جائے کہ بصری رویت کبھی کبھی خطا کر جاتی ہے اور اس پر کچھ اعتراضات وارد ہوتے ہیں، کیونکہ اول تو شرعی طور پر یہ معاف ہے اور اس کے ساتھ دوسری بات یہ ہے کہ جو الزام بصری رویت پر لگا ہے وہی فلکی رویت پر بھی وارد ہے اور تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ چونکہ ہماری شریعت ایک عام شریعت ہے اور تمام مقامات اور زمانوں کے قابل ہے اسی لئے آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک ایسی علامت مقرر فرمائی ہے جو ہر آنکھوں والے کے امکان اور بس میں ہو جس سے وہ ہلال کا ظہور وطلوع جان لے اور اسے مہینے کی ابتدا وانتہا معلوم ہو جائے، اور اگر انھوں نے اس سے ہٹ کر اس معاملے کو فلکیاتی حساب سے جوڑ دیا ہوتا تو شرعی مہینے کی تحدید لوگوں کے ایک خاص گروہ تک محدود ہو کر رہ جاتی، جبکہ شرعی تحدید ہر آدمی کو یکساں میسر ہے؛ اس لئے سنت میں جس رہنمائی کو عام رکھا گیا ہے اسے عوام سے لیکر خاص لوگوں کو سونپ دینا نا مناسب ہے، یہ تو تمہارے رب کی تیسیر اور رحمت ہے اس لئے اسی پر توقف کر لینا واجب ہے۔

(رحلۃ النور:۵،اُر ۲۵:۴۲۔۔حوالہ مذکور:۷۹۲ م)

سوال ہوتا ہے : ...بہت سے ممالک حساب پر اعتماد کرتے ہوئے عید الفطر کا اور رمضان کے آنے سے ایک ماہ، دو ماہ پیشتر ہی روزوں کا اعلان کر دیتے ہیں۔

علامہ فرماتے ہیں : ہاں جی! امریکا میں ایسا ہو چکا ہے، امریکا میں ...ایک شخص شاید وہ پاکستانی ماہر فلکیات تھا، جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ وہاں اسلامی جماعتیں بھی ہیں، انھوں نے کہا: تین مسلمان آئے اور انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ انھوں نے چاند دیکھا ہے، ماہر فلکیات صاحب اٹھے اور انھوں نے اپنے فلکیاتی علم پر اعتماد کرتے ہوئے ان لوگوں کی شہادت ساقط کر دی۔ پہلے شاہد نے کہا کہ میں نے فلاں سمت میں چاند دیکھا ہے، اور یقینا اس نے ملکی اعتبار سے اس کی تعیین کی تھی تو جناب نے فرمایا کہ فلکیاتی اعتبار سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ چاند ادھر دکھائی دے، اسی طرح دوسرے اور تیسرے کے ساتھ بھی کیا اور فلک کے ذریعہ شہادت کو رد کر دیا، واللہ میں تو اس بابت پورے طور پر مطمئن اور پر یقین ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے شریعت بنائی تو جو کچھ بھی مقرر فرمایا اس میں ہدایت اور نور ہے، اور دوم اس میں یسر (آسانی) اور رفع حرج ومشقت ہے۔ لہٰذا جب فرمایا کہ: ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، پھر جب چاند (بادلوں یا کہر وغیرہ میں) چھپ جائے تو پورا کر لو اور مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے''۔

تو انھوں نے ان مسلمانوں کو مخاطب کیا تھا جو اپنی فطرت پر تھے، گو وہ ان پڑھ اور غیر تعلیم یافتہ تھے، اور یہ رب العالمین کی طرف سے عمومیت اسلام کی تاکید اور اس بات کا اظہار ہے کہ وہ ہر زمان ومکان کے لئے قابل نفاذ وتعمیل ہے۔

لہٰذا''صوموا الرؤيته''چاند دیکھ کر روزہ رکھو کے حکم کی تعمیل ہر قوم کر سکتی ہے خواہ اس کا تعلیمی معیار کچھ بھی ہو اور وہ کتنی ہی ان پڑھ کیوں نہ ہو، کیونکہ اس معاملے میں ضابطہ بصری رویت کو ٹھہرایا ہے، مگر جب اسی کے لئے علمی رویت کو ضابطہ بنا دیا جائے تو پھر معاملہ چند افراد پر معلق ہو کر رہ جائے گا، پھر بتایئے کہ آیا ان افراد کے لئے بھی وہی شرطیں مقرر ہوں گی جو تمام فقہاء کے نزدیک شاہدوں کے لئے مقرر ہیں، اگر وہ چاند

دیکھنے کا دعوی کریں تو ان کا عادل ہونا دیکھا جائے گا یا فلکیاتی علم کی جانکاری کی شرط رکھی جائے گی، کون فیصلہ کرے گا کہ آپ کی شہادت مقبول ہوگی یا نہیں ہوگی، بالخصوص جبکہ ان کی شہادت علم اور سائنس پر قائم ہو جس کے وہ مدعی ہیں، اور جمہور اس فن میں ان کے شریک وسہیم بھی نہ ہوسکیں۔

میرے اپنے فہم کے مطابق واللہ اعلم حق تو یہی ہے کہ نبی ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ : ''ہم ایک اَن پڑھ امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں''۔

تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ امت مسلمہ لکھنے پڑھنے میں سدا جاہل رہے یا اسی جیسی صورت حال قائم رہے بلکہ انھوں نے صرف معاملے میں یعنی رویت کے معاملے میں جس کا تعلق بصری رویت سے ہے اسے امیت کے مزاج پر رکھا ہے۔ اور فرمایا کہ: ''ہم ایک اَن پڑھ امت ہیں، نہ لکھتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں، مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، اور مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے'' یعنی کبھی تیس کا اور کبھی انتیس کا ہوتا ہے۔

حقیقت میں اصل بات یہ دیکھنا ہے کہ آخر یہ ماہرین فلکیات جب اپنے گروہ کے ساتھ سر اٹھا کر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے علم فلک کو فیصل ماننا واجب ہے کیونکہ بصری رویت کبھی کبھی خطا کر جاتی ہے غایت کیا ہوتی ہے؟

وہ کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اس طرح مسلم اقوام کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات کا خاتمہ ہوجائے، میرا ماننا تو یہی ہے کہ یہ اگر فلکیاتی علم کو فیصل بنانے کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس سے اختلاف کا خاتمہ نہیں ہوگا وہ بدستور باقی رہے گا، کم از کم یہ پیشینگوئی ہوگی کہ فلاں ملک میں چاند دیکھا جائے گا اور فلاں ملک میں نہیں دیکھا جائے گا، اور یہ لوگ اسی طرح کی چیزوں پر اتفاق بنانے کی کوشش کریں گے۔

تب چھٹکارے کا راستہ کیا ہے، چھٹکارے کا راستہ شریعت کو فیصل بنانے میں ہی ہے۔

پھر یہ تو مقام نبوت و رسالت پر ایک سنگین قسم کی جرأت ہوگی، آنحضرت فرماتے ہیں کہ : ''ہم اَن پڑھ امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں''

اور آپ کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ : نہیں صاحب میں لکھتا اور حساب کرتا ہوں اور علم فلک کا ماہر ہوں، اس لئے مہینے کے دخول وخروج کے لئے ہلال کا اثبات علم فلک سے ہونا چاہیے۔

لیجیے استاذ! میں اس موضوع کو آپ سے قریب کئے دیتا ہوں، درحقیقت ہم نے علم فلک کو اگر شرعی احکام میں داخل کر دیا تو پھر ہم بھی اسی آفت کا شکار ہوجائیں گے جس کا شکار ہم سے قبل یہود ونصاریٰ ہوئے تھے۔

میں نے کسی سائنسی رسالے میں ایک نظریہ پڑھا تھا جس کا تصور ہم جیسے لوگوں کے ذہنوں میں نہیں ہوا کرتا ہے، ہم لوگ جنھیں عصری علوم فلک اور جغرافیہ وغیرہ پڑھنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔مگر اپنی گزشتہ عمر میں میرے پاس مقدور بھر مختلف علوم کا مطالعہ کرنے کی فرصت تھی تو ان مطالعوں میں مجھے پتہ چلا کہ یہ سورج جب طلوع ہوتا ہے اور ہم اسے پہاڑ کی چوٹی پر دیکھتے ہیں تو درحقیقت وہ طلوع نہیں ہوا ہوتا ہے، ہاں ہاں وہ ابھی تک طلوع نہیں ہوا ہوتا ہے، یہاں پہاڑ یہاں سورج کا گولہ نظر آرہا ہے، مگر یہ روشنی کی شعاعوں کا عکس ہے جس کی وجہ سے ہمیں چوٹی پر سورج نظر آرہا ہے، حالانکہ آفتاب ابھی طلوع نہیں ہوا ہے کہ اسے قوت ملے۔

تب ہم کیا کریں؟ اسی مقام پر ہم حیرانی اور شش وپنج میں پڑ جاتے ہیں کہ عادی نگاہ اور معمول کی نظر تو یہ کہہ رہی ہے کہ آفتاب طلوع ہوگیا ہے مگر سائنس کہتی ہے نہیں ابھی طلوع نہیں ہوا ہے، علم بول رہا ہے کہ آفتاب ابھی تک پہاڑ کے پیچھے ہی ہے

طلوع نہیں ہوا ہے۔

اب بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرماتے ہیں کہ :
''جس نے طلوع آفتاب سے قبل صلاۃ فجر کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے صلاۃ عصر کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی''۔

صاف صاف اس کا مطلب یہی ہوا کہ ہم پورے پورے تناقض کا شکار ہوگئے ہیں، جب ہم غروب کے وقت آفتاب کو پہاڑ کی چوٹی پر دیکھیں تو ان کے دعوے کے مطابق وہ غروب ہو چکا ہوتا ہے مگر یہ جو سامنے ہے وہ شعاعوں کا عکس ہے۔ اور یہاں معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

لہٰذا ہدایت اور راحت تو اتباع شریعت ہی میں ہے اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جنھوں نے فرمایا:

''مَاتَرَكْتُ شَيْئاً يُقَرِّبُكُمْ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا وَ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَمَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُبْعِدُكُمْ عَنِ اللّٰهِ وَيُقَرِّبُكُمْ إِلَى النَّارِ إِلَّا وَ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ''

میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ سے قریب کرنے والی ہو مگر میں نے تمہیں اس کا حکم دے دیا ہے اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ سے دور کرنے والی اور جہنم سے قریب کرنے والی ہو مگر میں نے تمہیں اس سے روک دیا ہے۔ (حوالہ مذکور:۷۹۹/۴)

علامہ البانی رحمہ اللہ اسی ضمن میں ایک جگہ فرماتے ہیں :
''...فلکیاتی حساب کی کوئی قیمت نہیں ہے، اسی مناسبت سے میں آجکل کے روزناموں کی طرف توجہ دلاتا ہوں، ان روزناموں اور جنتریوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سب فلکیاتی حسابات پر قائم ہیں، اسی لئے اکثر اسلامی ممالک بعض اوقات وقت کے داخل ہونے سے پہلے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ جب میں اردن میں تھا تو لوگ اذان کا وقت آنے سے پہلے ہی فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے اور یہ فاصلہ ۲۰/منٹ سے نصف گھنٹے تک ہوا کرتا تھا، کچھ اذانیں وہاں وقت سے ۲۰/منٹ یا آدھے گھنٹے پہلے ہی دے دیا کرتے تھے، یہ عمل موسموں کے ساتھ بدلتا رہتا تھا، اسی طرح مغرب میں بھی ہوتا تھا، ایسا ہی طائف میں ہوتا تھا، اور آپ کے یہاں مصر میں بھی ایسا ہی ہوا کرتا تھا، رسالوں میں اعلان آیا کہ وہاں وہ لوگ فجر کی اذان وقت سے بیس منٹ پہلے ہی دے دیتے ہیں، وجہ یہی تھی کہ انھوں نے یہ روزنامچے (ٹائم ٹیبل) فلکیاتی حسابات پر قائم کر رکھے تھے، فلکیاتی حساب ہموار زمین میں، اور اس طرح کی چھوٹی پہاڑیوں کے علاقے میں اور ہمالیہ پہاڑ کے علاقے میں الگ الگ ہوتا ہے، ہر جگہ طلوع آفتاب الگ الگ ہے، مگر انھوں نے بحری علاقے کے اعتبار سے ہر جگہ کا حساب بنادیا، انھوں نے ان تمام پہاڑوں کی کوئی میزان ہی نہیں بنائی۔ یہ غلط ہے۔

اسی لئے تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ بہت سے احکام کے متعلق اپنے حسابات کا اعادہ کریں، اور انہیں میں سے ایک مسئلہ پانچوں نمازوں کی توقیت کا بھی ہے.. اور اسی طرح دیگر امور میں بھی۔ (حوالہ مذکور:۸۰۷/۴)

نوٹ : آج یہ کہا جاتا ہے کہ ٹکنالوجی بہت ایڈوانس ہو چکی ہے مگر ہم دیکھتے ہے کہ تقویم ام القری پر آج بھی وقتاً فوقتاً اہل فن کے اعتراضات وارد ہوتے رہتے ہیں اور ان کی تنقیدیں منظر عام پر آتی ہیں۔ خود ہمارے یہاں جو ٹائم ٹیبل نیٹ پر دستیاب ہیں ان میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف پایا ہی جاتا ہے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ اس کی وجہ مثلاً غروب آفتاب کی تعریف میں اختلاف ہے۔ یعنی لوگ الگ الگ اس کی تعریف کرتے ہیں اس لئے منٹ دو منٹ کا فرق ہو جاتا ہے۔ خیر وجہ جو کچھ بھی ہو اختلاف اب بھی موجود ہے۔

❖ ❖ ❖

فقہ وفتاویٰ

رویت ہلال کے متعلق مجلس المجمع الفقہ الاسلامی کی ایک اہم قرارداد

ادارہ

چھٹی قرارداد

بابت نامۂ شیخ بن زید آل محمود جو رویت ہلال کے متعلق علماء، حکام اور قضاۃ کو روانہ کیا گیا تھا :

الحمدلله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.. أما بعد

مجلس المجمع الفقہ الاسلامی کو اس خط پر آگاہی ہوئی جو رویت ہلال کے متعلق علماء و حکام اور قضاۃ کو ارسال کیا گیا تھا، اور جسے تحریر کیا تھا حکومت قطر کے چیف جسٹس شیخ عبداللہ بن زید بن محمود نے۔ اور اس پر آگاہی کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ مذکورہ خط عظیم غلطیوں اور واضح خطاؤں پر مشتمل ہے :

اول : جناب کا یہ فرمانا کہ امسال یعنی : ۱۴۰۰ھ میں عیدالفطر اپنے صحیح وقت پر نہیں ہوئی ہے کیونکہ وہ دوشنبہ کی رات رویت ہلال کی جھوٹی شہادت کی بنیاد پر طے کی گئی ہے، جبکہ کسی ایک شخص نے بھی صحیح رویت کے مطابق نہ اسے دوشنبے کی رات دیکھا ہے نہ منگل کی رات... الخ

درحقیقت جو بات صاحب نامہ نے کہی ہے وہ ان کے اٹکل پر مبنی ہے، جس میں جناب صحیح بات سے گریزاں اور حق کے مخالف ہیں۔ بھلا یہ صاحب کیسے تمام لوگوں کے متعلق یہ فیصلہ صادر فرمادیتے ہیں کہ انھوں نے چاند نہیں دیکھا ہے۔؟ جبکہ انہیں خود اس کا علم نہیں ہے اور شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جاننے والا نہ جاننے والے پر حجت ہے، اور جو کسی چیز کا اثبات کرتا ہے وہ نفی کرنے والے پر حجت ہوا کرتا ہے، پھر اس کا کیا کریں کہ دوشنبہ کی رات ثقہ لوگوں کی شہادت سے جن کی عدالت مسلم ہے چاند کی رویت ثابت ہوچکی ہے، اور مملکت وغیرہ کے مختلف شہروں میں موجود قاضیوں کے نزدیک ان کی شہادت کی توثیق ہوچکی ہے۔ اور اسی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ شوال ۱۴۰۰ھ کی آمد دوشنبہ کی رات شرعی ثبوت کے ساتھ متحقق ہوچکی ہے۔ جو شرع مطہر کی ان تعلیمات کی اساس پر مبنی ہے جو ہم تک سید البشر ﷺ کے ذریعہ پہنچی ہیں۔ چنانچہ ابوداود نے اپنی سنن میں بسند صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں :

”تراءى الناس الهلال، فأخبرت رسول الله ﷺ أني رأيته، فصام و أمر الناس بصيامه“

لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی تو میں نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے، تب آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حافظ ابن حجر نے تلخیص میں فرمایا : اور اس کی تخریج دارمی، دارقطنی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے کی ہے اور ابن حزم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اہل سنن نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ : **”أن أعرابيا قال : يا رسول الله إني رأيت الهلال ، فقال له النبي ﷺ : أتشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله ؟ قال : نعم . قال : فأذن في الناس يا بلال أن يصوموا غدا “**

ایک اعرابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں نے چاند دیکھا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے بلال! تم لوگوں میں اس بات کا اعلان کردو کہ وہ روزہ رکھیں۔ اس کی بھی تخریج ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے کی ہے، اور امام احمد ونسائی نے عبدالرحمان بن زید بن خطاب سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ : ''**جالست أصحاب رسول الله ﷺ وسألتهم وإنهم حدثوني أن النبي ﷺ قال: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته وانسكوا لها فان غم عليكم فأتموا ثلاثين فإن شهد شاهدان فصوموا وأفطروا**''

میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمنشینی کی ہے اور ان سے پوچھا ہے اور انھوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو، اور اسی پر حج بھی کرو، پھر اگر چاند تم سے اوجھل رہے تو تیس دن پورے کرلو۔ اور اگر دو گواہ شہادت دے دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو۔

اور حارث بن حاطب جمحی -امیر مکہ- سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ : ''**عهد إلينا رسول الله ﷺ أن ننسك للرؤية فإن لم نر وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما**''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایات دی تھیں کہ ہم رویت کی بنیاد پر حج کریں۔ پھر اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو عادل گواہ شہادت دے دیں تو ہم ان کی شہادت پر حج کرلیا کریں''۔ اسے ابوداود اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی اسناد متصل صحیح ہے اور ابوعمیر بن انس نے اپنے کسی انصاری چچا کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں : ''**غم علينا هلال شوال فأصبحنا صياما فجاء ركب من آخر النهار فشهدوا عند رسول الله ﷺ أنهم رأوه بالأمس فأمر الناس أن يفطروا من يومهم وأن يخرجوا لعيدهم من الغد**'' شوال کا چاند ہمیں نظر نہیں آیا تو ہم نے صبح سے روزہ رکھ لیا، پھر دن کے آخر میں کچھ سوار آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گواہی دی کہ انھوں نے کل چاند دیکھا ہے، تب آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آج افطار کرلیں اور کل اپنی عید کے لئے نکلیں۔ اسے امام احمد، ابوداود، نسائی، اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں : ابن منذر، ابن سکن اور ابن حزم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور ربعی بن حراش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بتایا کہ : '' **اختلف الناس في آخر يوم من شهر رمضان فقدم أعرابيان فشهدا عند النبي ﷺ بالله أنهما أهلا الهلال أمس عشية فأمر النبي ﷺ أن يفطروا**'' لوگوں نے ماہ رمضان کے آخری دن کے متعلق اختلاف کیا تو دو اعرابی آئے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شہادت دی کہ کل شام انھوں نے چاند دیکھا تھا، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ افطار کرلیں۔ اسے احمد و ابوداود نے روایت کیا ہے۔ اور ابوداود نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ : ''وہ اپنی عیدگاہ کی طرف جائیں'' یہ <u>احادیث ثقہ گواہوں کی شہادت کو قبول کرنے اور ان پر اعتماد کرنے کو واجب ٹھہراتی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صوم وافطار میں دو عادل گواہ کافی ہیں، اور ماہ رمضان کی آمد کے اثبات کے لئے ایک ہی عادل گواہ کافی ہے، یہ دلیل ہمیں ابن عمر کی حدیث میں اور ابن عباس کی حدیث میں ملتی ہے، اسی طرح ان</u>

حدیثوں سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ سب لوگوں کا چاند دیکھنا لازم ہے نہ جم غفیر کا، اسی طرح ان دلیلوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دخول کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت یا ایک عادل گواہ کی شہادت کی صحت کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ چاند دوسری رات میں لوگوں کو نظر آئے، کیونکہ اس کی منزلیں مختلف ہیں، اسی طرح لوگوں کی آنکھیں بھی تیزی میں یکساں نہیں ہیں، اور اس لئے بھی کہ ممکن ہے کہ دوسری رات افق پر کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو رویت میں آڑے آتی ہو۔ اور اگر شہادت کی صحت کے لئے دوسری رات میں اس کی رویت شرط ہوتی تو نبی ﷺ نے ضرور اسے واضح فرما دیا ہوتا، کیونکہ آپ اللہ کی طرف سے مبلغ (پہنچانے والے) اور اس کے احکام کی وضاحت کرنے والے تھے۔ آپ پر درود وسلام نازل ہو۔ اور ترمذی نے رویت کے اثبات کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت کو قبول کرنے پر علماء کا اجماع نقل فرمایا ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الفتاوی ج ۲۵ ص ۱۸۶ میں رویت کے متعلق لوگوں کی آنکھوں کے اختلاف اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالنے کے بعد بیان کرتے ہیں جس کی عبارت حسب ذیل ہے : ''اس لئے کہ اگر دو شخص چاند دیکھ لیں تو بالاجماع شارع نے حکم کو انہیں دونوں پر معلق کر دیا ہے، اگرچہ جمہور نے اسے نہ دیکھا ہو۔ اور شاید اجماع کی حکایت سے ان کی مراد بادل کے وقت کی بات ہے، ورنہ آسمان صاف ہونے کی صورت میں استفاضہ سے کم میں مہینے کی آمد کے عدم اثبات کے متعلق ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اختلاف ایک امر معلوم ہے جو آنجناب رحمہ اللہ جیسوں پر مخفی نہیں ہے۔ اور یہ سب اس صورت میں جب اس کا فیصلہ نہ ہوا ہو۔ کیونکہ فیصلے سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور مذکورہ شہادت پر عمل بالاجماع لازم ہو جاتا ہے، جیسا کہ ابوزکریا یحیٰ نووی نے ''شرح المهذب'' ج ۶/ص ۲۱۳ میں رویت میں لوگوں کی نگاہوں کے اختلاف کا اسباب بیان کرنے کے بعد ذکر کیا ہے، اور وہ بات انہیں کے الفاظ میں پیش خدمت ہے :

''اسی لئے اگر اس کی رویت کے متعلق دو یا ایک گواہ شہادت دے دیں اور حاکم اس کا فیصلہ کر دے تو بالاجماع وہ فیصلہ نہیں ٹوٹے گا، اور بالاجماع روزہ واجب ہو جائے گا، اور اگر وہ مستحیل ہوتا تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا اور اس کا نقض (توڑ دینا) واجب ہو جاتا۔

پھر اس سابقہ کلام کے بعد ابن محمود صاحب نے فرمایا جس کی عبارت حسب ذیل ہے : اے علمائے کرام کی جماعت، اے شرع اسلام کے قاضیوں کی جماعت! یقینا ہم لوگ ہر سال اپنے روزے اور افطار کے متعلق منکر قسم کی خطا کا شکار ہو جاتے ہیں اھ۔

اور اس کلام میں جو عظیم خطا اور خلاف حق کہنے کی جرأت پائی جاتی ہے وہ مخفی نہیں ہے، کیونکہ ایسا کہاں ہے کہ ہر سال صوم وافطار میں غلطی کی تکرار ہوتی ہے، جبکہ صورت حال یہ ہے کہ قاضی صاحبان احادیث صحیحہ کی دلالت اور اہل علم کے اجماع کے مطابق اس کے متعلق فیصلہ کیا کرتے ہیں۔

جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

پھر سابقہ کلام کے بعد ابن محمود صاحب فرماتے ہیں :

کیونکہ جب وہ - یعنی ہلال - طلوع آفتاب سے قبل مشرق کی جہت سے طلوع ہوتا ہے تو وہ اس سے پہلے ہی غائب ہو جاتا ہے لہٰذا کوئی اسے نہیں دیکھتا ہے، یا آفتاب کے ساتھ ہی طلوع ہوتا ہے تو اسی کے ساتھ غروب بھی ہو جاتا ہے، اور آفتاب کی روشنی کی شدت کی وجہ سے کوئی اسے نہیں دیکھتا ہے اھ۔

یہ ایک واضح غلطی ہے، کیونکہ عادل لوگوں کی شہادت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ مشرق سے انتیس کی صبح کو آفتاب سے پہلے دیکھا جاتا ہے، پھر مغرب سے اس کے غروب کے بعد اسی دن دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ سیر قمر سیر آفتاب سے الگ ہے، اور ہر

ایک اپنے اپنے خاص فلک میں تیرتے پھرتے ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل چاہتا ہے۔اور جناب نے اپنی بیان کردہ اس بات پر کہ: جس دن کی صبح کو چاند طلوع آفتاب سے قبل دیکھا گیا ہو اس دن غروب کے بعد اس کا دیکھنا ممکن نہیں ہے'' جس آیت سے استدلال کیا ہے اس میں ان کے لئے کوئی دلیل وحجت نہیں ہے اور وہ آیت حسب ذیل ہے: (لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ) ''نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں''(یٰس:۴۰)

کیونکہ علماء تفسیر نے مذکورہ ادراک (پکڑنے) کی وضاحت کردی ہے اور وہ یہ ہے کہ آفتاب کے اقتدار کے وقت ماہتاب کا اقتدار ہوتا ہے، نہ ماہتاب کے اقتدار کے وقت آفتاب کا اقتدار ہوتا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ حسب ذیل الفاظ میں اس کی تفسیر فرماتے ہیں : مجاہد نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی حد مقرر ہے جسے نہ وہ تجاوز کرتا ہے نہ اس سے پیچھے رہتا ہے، جب اس کے اقتدار کا وقت آتا ہے تو اس کا رخصت ہو جاتا ہے، اور جب اس کا اقتدار اپنی راہ لگتا ہے تو پھر یہ آجاتا ہے، یہاں تک کہ فرمایا: ثوری نے اسماعیل بن خالد کے واسطے سے اور انھوں نے ابوصالح سے بیان کیا ہے کہ : نہ یہ اس کی روشنی کو پاتا ہے نہ وہ اس کی روشنی کو، اور حضرت عکرمہ اللہ عزوجل کے اس قول: (لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ) ''نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے''(یٰس:۴۰) کے متعلق فرماتے ہیں کہ :

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا اقتدار ہے لہٰذا آفتاب کو یہ لائق نہیں کہ وہ رات میں طلوع ہو اھ۔المقصود۔

اس کے بعد ابن محمود صاحب آسمان کے صاف ہونے کی صورت میں رویت کے متعلق استفاضہ کی شرط کی بابت فقہاء احناف کا کلام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی رویت میں تمام لوگوں کو چھوڑ کر ایک یا دو اشخاص کافی نہیں ہیں کیونکہ ان دونوں کے وہم کا شکار ہونے کا احتمال ہے، یہاں تک کہ فرمایا: اور ہلال کے متعلق اپنے رسالوں میں امام ابن تیمیہ کا اختیار (کردہ مسلک) بھی یہی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تو ایک دو کے دیکھنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ رویت میں ان دونوں کے وہم کا شکار ہونے کا احتمال ہے، اور اگر یہ رویت صحیح ہوتی تو اکثر لوگوں نے اسے دیکھا ہوتا۔اھ۔

یہ جو صاحب نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے دیگر لوگوں کے نہ دیکھنے پر ایک دو کی رویت ہلال کی شہادت کو کافی نہ سمجھنے کی بات نقل فرمائی وہ غیر صحیح اور بے بنیاد بات ہے اور آنجناب رحمہ اللہ کا کلام پہلے پیش ہو چکا ہے جسے ان کے کلام کی معرفت رکھنے والوں نے ان سے نقل کیا ہے، اور وہ ''الفتاوی ج ۲۵ ص ۱۸۶ میں موجود ہے، اور اس میں انھوں نے دو آدمیوں کی شہادت کے ساتھ حکم شریعت کے متعلق ہونے پر اجماع نقل فرمایا ہے۔

اس کے بعد صاحب فرماتے ہیں : ''لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا''۔اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور حاکم اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے اور اسی کے مثل ابن عباس کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا : ''میں نے چاند دیکھا ہے۔آپ نے پوچھا : کیا تو لا إلہ إلا اللہ کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔آپ نے پوچھا: کیا تو محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا :

ہاں آپ نے فرمایا : ''بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں''، اسے پانچوں نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ وابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے، اور نسائی نے اس کے مرسل ہونے کو صحیح بتایا ہے، اس کے متعلق جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی ہے جو رویت کے انہیں دونوں اشخاص پر منحصر ہونے پر دلالت کرتی ہو، کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ پہلے پہل انہیں دونوں نے چاند دیکھا ہو پھر بعد میں ان کے علاوہ دوسروں نے بھی دیکھا ہو۔ اھ المقصود۔

اس جواب کا بطلان اور بیجا تکلف مخفی نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے، اور اصل یہی ہے کہ ان دونوں کے علاوہ دیکھنے والے اور لوگ موجود نہیں تھے، کیونکہ اگر ان کے سوا دیگر لوگوں نے شہادت دی ہوتی تو اسے ضرور نقل کیا جاتا، چنانچہ جب یہ بات نقل نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ واقع ہی نہیں ہوئی ہے، اسی لئے ماہ رمضان کی آمد سے متعلق ایک آدمی کی شہادت کے قبول کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کے لئے ان دونوں حدیثوں کو علماء نے حجت بنایا ہے، اور علماء کے دو اقوال میں سے یہی زیادہ صحیح ہے جیسا کہ اس کی وضاحت ہو چکی ہے، اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ جب کوئی شرعی حاکم اس کا فیصلہ کر دے تو بالاجماع اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ شرح المھذب کے حوالے سے نووی رحمہ اللہ سے اسے نقل کیا گیا ہے، لہٰذا بلا علم ہم ان کی طرف کسی قول کے منسوب کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پھر ابن محمود صاحب اپنے نامے کے اختتام پر فرماتے ہیں جس کی عبارت حسب ذیل ہے : اور اپنے ایک رسالے کے ذریعہ پہلے ہی میری یہ بات گزر چکی ہے کہ ہر سال اہل اسلام کو ایک ہی عید پر جمع کرنے کیلئے میں نے اس میں حکومت کو۔ اللہ اس کی نگہبانی کرے۔ دعوت دی تھی کہ وہ ایک چاند دیکھنے والی عدالتی کمیٹی تشکیل دے جو عادل لوگوں پر مشتمل ہو اور ان کی بصارت بھی ایک حد تک قوی ہو، اور یہ لوگ چاند نکلنے کے وقت میں بالخصوص شعبان میں اس پر نگاہ رکھیں اور اس کی جستجو کریں، اور اگر آسمان ابر آلود یا غبار آلود ہو تو اس کیلئے تیس دن کا حساب کرلیں، پھر رمضان کے روزے رکھیں، پھر حج کے میقات کی معرفت کے لئے ذوالحجہ کا چاند نکلنے کے وقت بھی اسے دیکھنے کا اہتمام کریں، اور یہ کمیٹی دس عادل اور ثقہ لوگوں سے کم پر مشتمل نہیں ہونی چاہئے، اور ان کا ایک سربراہ ہونا چاہیے جس کی طرف وہ اپنے اختلافات کے خاتمے کیلئے رجوع کریں۔ اھ۔ المقصود۔

اس کلام میں جو تکلف اور ایسی تشریع جدید پائی جاتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے وہ مخفی نہیں ہے، بلکہ یہ غایت درجہ فاسد تجویز ہے جس پر اعتماد جائز ہے نہ اس کی طرف توجہ دینا درست ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اس معاملے میں سہولت اور آسانی فراہم کردی ہے اور تمام مہینوں میں دو عادل گواہوں اور رمضان کے لئے ایک عادل گواہ کی شہادت پر فیصلے کو جائز کر دیا ہے، تو پھر کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی شریعت میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جس کی اللہ سبحانہ نے اجازت نہ دی ہو، نہ ہی اس کی رخصت اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں آئی ہو۔ جبکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے : (أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ) ''کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں'' (الشوریٰ:۲۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا : ''من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهورد''

جس نے ہمارے اس امر (یعنی دین) میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اس کی تخریج بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے کی ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں انہیں سے وارد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **''من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد''**، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔

شیخ عبداللہ بن محمود صاحب کے خط میں واقع ان بہت ساری خطاؤں میں سے یہ وہ باتیں ہیں جن کے متعلق ہم نے چاہا کہ تنبیہ کر دی جائے۔

اور ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اور انہیں بھی سیدھی راہ کی ہدایت دے اور ہمیں اور انہیں بھی اور سارے مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول پر بلا علم باتیں لگانے سے محفوظ رکھے اور دین میں ایسی باتیں ایجاد کرنے سے بچائے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے۔

والحمدلله رب العالمين، وصلى الله وسلم على عبده ورسوله سيدنا محمد، وعلى آله وصحبه، ومن سار على نهجه إلى يوم الدين۔

اس قرارداد پر حسب ذیل علماء کے دستخط یا مہریں ہیں:

۱- عبداللہ بن محمد بن حمید (صدر مجلس المجمع الفقہی الاسلامی)

۲- محمد علی الحرکان (نائب صدر)

۳- عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ۴- محمد محمود صواف

۵- محمد بن صالح بن عثیمین ۶- محمد بن عبداللہ بن سبیل

۷- مبروک عوادی ۸- محمد شاذلی نیغر

۹- عبدالقدوس ہاشمی ۱۰- محمد رشید قبانی

۱۱- ابوبکر محمود جومی ۱۲- حسنین محمد مخلوف

۱۳- د. محمد رشیدی

- محمد سالم عدود
- مصطفی احمد زرقاء
- ابوالحسن علی حسنی ندوی
- محمود شیت خطاب

نیچے کے چار علماء کے متعلق لکھا ہے کہ دستخط کے وقت غائب تھے۔ (دیکھئے کتاب: **قرارات المجمع الفقهي: ۴۹-۵۱**)

❖ ❖ ❖

(بقیہ صفحہ: ۵۶/کا)

عبدالوہاب نزول مقیم جدہ (سعودی سیٹزن) دوسرے بھائی مرحوم عبدالواحد نزول اور تیسرے عبدالماجد نزول تھے- عبدالماجد نزول مرحوم کے مزاج میں اشاعت و اقامت دین کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا- مکہ مکرمہ میں الرابطہ العالم الاسلامی کے صدر دفتر میں عرصہ دراز تک موصوف اہم عہدے پر فائز رہے -اس وقت مرحوم کے پھوپھی زاد بھائی اور حکومت سعودی کی ایک اہم جانی پہچانی شخصیت ڈاکٹر عبد اللہ عمر نصیف رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے سکریٹری جنرل ہوا کرتے تھے -مرحوم کے مکہ مکرمہ کے کئی دہائیوں کے قیام میں ھند اور خصوصا بھیونڈی اور قرب و جوار سے حج و عمرہ پر آنے والے ضیوف الرحمن کی بڑھ چڑھ کر خدمت کیا کرتے تھے- کچھ برس قبل سعودی عرب سے مستقل آپ بھیونڈی منتقل ہو گئے تھے اور خاموشی سے اسلام دین کی خدمات میں کوشاں رہے- اللہ سبحانہ قدوس کی بارگاہ میں ہم سب دعا گو ہے کہ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

وفیات :

۱)مولانا مختاراحمد مدنی :

جماعت کی ایک بزرگ شخصیت اور جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال کے سینئر استاد، سابق شیخ الجامعۃ مولانا مختار احمد مدنی عمر کی ستر بھاریں گزارنے کے بعد اللہ کو پیارے ھوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کم وبیش تین ماہ سے پیٹ کی بیماری میں مبتلا تھے۔گورکھپور، لکھنؤ علاج ومعالجے سے شفایابی نہ ملنے پر محترم کو ممبئی لے جایا گیا.کینسر کے مرض کی تشخیص ہوئی، اور بیماری اس حد کو پہنچ چکی تھی علاج ممکن نہیں رہ گیا تھا، ڈاکٹروں کے کہنے پر ممبرا میں واقع آپ کے بیٹے کے گھر لے آیا گیا، جہاں مولانا نے اپنی زندگی کی آخری سانسیں لیں اور 11/جون 2018 بروز سوموار صبح دس بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا کا آبائی وطن جھکھیا (سمرا) ضلع سدھارتھ نگر ہے،مگر برسوں سے بڑھنی بس اسٹاپ پر اپنے بچوں کے ساتھ رھائش پذیر تھے۔جامعہ اسلامیہ مدینہ سے فارغ تھے اور کچھ سالوں جامعہ سلفیہ بنارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مستقل طور پر جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال میں تدریس سے وابستہ ھوگئے تھے۔اور عمر کے آخری لمحہ تک بڑی پابندی اور اخلاص سے تعلیم وتدریس کی ذمہ داریوں کو انجام دیتے رھے۔شگفتہ مزاجی، بذلہ سنجی، اور قول وقرار کی پاسداری، تواضع وملنساری آپکی پھچان تھی، ھمیشہ ھنستے مسکراتے اور اپنائیت وخلوص کا جذبہ پیہم لئے اپنے متعلقین واعزہ واحباب سے ملاقات کے لئے جیسے منتظر رھا کرتے ھوں، پورے علاقے میں دعوت وتبلیغ اور حق گوئی وبیباکی کے تعلق سے آپ منظور خاص وعام تھے، مولانا کا وجود جماعت اہل حدیث ضلع سدھارتھ نگر وحلقہ بڑھنی میں باعث فخر تھا۔آپ منفرد اسلوب درس کے مالک وکامیاب مدرس نیز کتاب وسنت کے ترجمان تھے، بڑھنی نیپال کے سرحدی علاقوں میں آپ عوام وخواص میں بے حد مقبول اور ھردلعزیز تھے، اللہ آپ کی خطاؤں سے درگذر فرمائے اور جنت میں بلند درجات سے نوازے، اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین

۲) جناب عبدالماجد ابن عبدالصمد شرف الدین نرول صاحب

جناب عبدالماجد ابن عبدالصمد شرف الدین نرول رحمۃ اللہ علیہ صاحب 8/جولائی 2018 کو وفات پا گئے، آپ عالم اسلام کے ایک معروف محدث اور عربی زبان پر زبردست قدرت رکھنے والے عالم دین حدیث کے موضوع پر ایک اہم۔تصنیف "تحفۃ الاشراف " کو مرتب کرنے والے مولانا عبدالصمد شف الدین نوراللہ مرقدہ کے تیسرے اور چھوٹے صاحبزادہ تھے - آپ کے سب سے بڑے بھائی....

(بقیہ صفحہ:۵۵/پر)

Special Issue **"AL-JAMAAH"** Mumbai
June-July 2018

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com